فتاویٰ رضویہ سے ماخوذ اصلاح و موعظت پر مشتمل چند اہم نگارشات کا مجموعہ بنام

فتاویٰ رضویہ
کا اصلاحی پہلو

مُرتّب

مُفتی محمد مُبشّر رضا ازہر مصباحی

ناشر

قادری مشن اتر دیناجپور

وشاخ شالیمار پارک، اون سورت

فتاویٰ رضویہ سے ماخوذ اصلاح وموعظت پر مشتمل چند اہم نگارشات کا مجموعہ بنام

فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو

مرتب
مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی
صدر مفتی نوری دارالافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی ضلع تھانے
شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتاء وتحقیق جامعہ رضویہ کلیان ضلع تھانے مہاراشٹر

زیر اہتمام
سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی ضلع تھانہ مہاراشٹر
ناشر
قادری مشن اتر دیناج پور وشاخ شالیمار پارک اون سورت گجرات

کتاب: فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو
مرتب: مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی
تصحیح: مفتی مشتاق احمد امجدی اویسی
پروف ریڈنگ: مولانا محمد سلیمان مصباحی
مولانا شاہ مخدوم رضا جامعی (طلبہ شعبۂ تحقیق نوری دارالافتاء)
کمپوزنگ: مولانا محمد تنویر احمد ضیائی، مولانا محمد رضا مرکزی
مولانا محمد اعظم رضا مرکزی (طلبہ شعبۂ تحقیق نوری دارالافتاء)
سن اشاعت ۲۵؍صفر المظفر ۱۴۴۳ھ/۲۰۲۱ء
تعداد: ۱۱۰۰

ملنے کے پتے
☆نوری دارالافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی
☆خواجہ بکڈ پو مٹیا محل دہلی
☆قادری مشن شالیمار پارک اون سورت گجرات
☆المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ
☆غوث الوریٰ اکیڈمی بیل بازار کلیان تھانہ مہاراشٹر
☆عزیزی لائبریری جنتا ہاٹ بائسی ضلع پورنیہ بہار

مؤلف سے رابطے

Email: azhar.misbahi1@gmail.com Mob: 09510177400

Noori Darul Ifta Sunni Jama Masjid
Koterget Bhiwandi Dist: Thane , Maharashtra ,Pin421302

Al-Jamiatul Razvia
Behind DesaiShopping Centre Raza Nagar ,Bail Bazar
Valipeer Road kalyan Dist:Thane,Maharashtra India

Asja,P.O.Asja Mobaiya Via Baisi Dist PurneaBihar,Pin,No:85341

مشمولات

فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو

انتساب

مجدّد دِین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مرشد برحق حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری برکاتی علیہ الرحمہ، جانشینِ حضور مفتی اعظم ہند قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ اور فتاویٰ رضویہ کے جملہ مرتبین کے نام جن کی پوری زندگیاں امت مسلمہ کی خیرخواہی اور ہر لمحہ شریعت وطریقت اور ہدایت ومعرفت کی تبلیغ و ترسیل میں گزریں۔

جملہ اساتذۂ کرام اور میرے والد بزرگوار ناشر مسلک اعلیٰ حضرت مولانا نذیر احمد رضوی علیہ الرحمہ اور والدۂ مکرمہ (اطال اللہ عمرھا) کے نام جن کی حسن تربیت اور دعائے سحر گاہی کی بدولت اللہ رب العزت نے مجھے اس کام کے لائق بنایا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

تہدیہ

اس کتاب کی ترتیب وتدوین کا ثواب میں اپنی شریک حیات عزیز از جان محترمہ صدف ناز عرف سیبی مرحومہ [متوفیہ:۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ/ ۲۸/ دسمبر ۲۰۲۰ء بروز پیر] کو ایصال کرتا ہوں جن کو شب و روز اپنی راحت کی بجائے ہر لمحہ میری راحت کی فکر ہوتی اور ان کی زندگی کا مقصود ہر حال میں میری خوشنودی کا حصول تھا۔

اللہ تبارک وتعالی ان کی بے حساب مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں بلند مقام و مرتبہ عطا فرمائے اور اس کتاب کے صدقے میں میری بیٹی طرب فاطمہ، بیٹے محمد شبیب رضا اور محمد اریب رضا کو صبر جمیل اور اجر عظیم سے نوازے۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

ابتدائیہ

مبسملاً و حامداً و مصلیاً و مسلماً

اے رضؔا ہر کام کا اِک وقت ہے　　　　دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

یہ سچ اور حق ہے کہ بے سبب کوئی چیز معرض وجود میں نہیں آتی ہے، اس کتاب کی تر تیب کا سبب یہ ہوا کہ: ۲۹، ۳۰ ر دسمبر ۲۰۱۸ء بروز سنیچر، اتوار کو تنظیم علمائے اہل سنت اتر دیناج پور بنگال کے زیر اہتمام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے جشن صد سالہ کے موقع پر سر زمین اتر دیناج پور بنگال میں ایک تاریخ ساز پروگرام بنام ''امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس''، اعلیٰ پیمانے پر منعقد ہوا۔ جس میں ملک وملت کے مشہور اہل قلم و تحقیق اور معروف اصحاب فکر و دانش مدعو تھے جو ریاست بنگال کا صوبائی سطح پر اس قسم کا ایک منفرد اور تاریخی پروگرام تھا، محبّ گرامی قدر حضرت مفتی ساجد رضا مصباحی اور مولانا عسجد رضا قادری صاحبان کی مشترکہ دعوت تحریر پر فقیر راقم السطور نے اس سیمینار کے لیے ''امام احمد رضا اور اصلاح امت'' کے زیر عنوان ایک طویل مقالہ قلمبند کیا تھا جو ''سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور'' میں ایک ساتھ شائع بھی ہو چکا ہے اور امسال (۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء) حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد کی زیر ادارت ''انٹرنیشنل الرضا پٹنہ'' (بموقع عرس رضوی ۱۴۴۳ھ) اور محترم غلام مصطفیٰ رضوی مالیگاؤں کی زیر ادارت ''یادگار رضا ممبئی'' میں بھی شائع ہوا ہے۔

مقالہ کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر بعض احباب و اعزاء نے خواہش ظاہر کی کہ کتابی شکل میں شائع کی جائے۔ تو پھر بعض ذیلی عناوین کا اضافہ کیا گیا۔ اسی دوران اضافہ شدہ سے بعض ذیلی عناوین محبّ گرامی مولانا مفتی مشتاق احمد امجدی کی فرمائش پر ''حقوق العباد اور امام احمد رضا'' کے عنوان سے ''عرفان رضا مراد آباد'' کا خصوصی شمارہ مصلح اعظم نمبر میں شائع ہوا۔ مقالہ کا مکمل ماٴخذ چوں کہ فتاوی رضویہ ہی تھا اس لیے اضافہ کے بعد مقالہ کا عنوان ''فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو'' رکھا گیا جو کتابی شکل میں قارئین کی نذر ہے۔

''فتاویٰ رضویہ'' مذہب حنفی کی عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں کتابِ زندگی کے

تمام فصلوں (عبادت و ریاضت، مسائل و معاملات، عقائد و نظریات، اصلاح و موعظت) کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے اور ہر فصل کے ابواب کو اگر الگ الگ کیا جائے تو یقیناً مستقل ایک کتاب تیار ہو جائے گی مگر اس بحر ناپیدا کنار سے موتیاں نکالنا سب کے لیے آسان بھی نہیں۔ فقیر بے بضاعت نے بفضل الٰہی اور بتوفیق الٰہی اصلاح و موعظت سے متعلق چند نگارشات کو یکجا کر کر کے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے، ترتیب و تہذیب میں کسی قسم کی کمی و کوتاہی نظر آئے تو مطلع فرمائیں، ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔

ترمذی شریف میں ہے "من لایشکر الناس لایشکر الله" ترجمہ: جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ کا شکریہ ادا نہیں کرے گا۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی ارسلان رضا خان قادری ازہری آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ مرکز اہل سنت بریلی شریف، محقق عصر حضرت مفتی قاضی فضل احمد مصباحی پرنسپل جامعہ عربیہ ضیاء العلوم کچی باغ بنارس، امیر القلم حضرت ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی میرا روڈ ممبئی، ادیب شہیر حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ان سبھی حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنے قیمتی نگارشات سے کتاب کو استناد و وقار بخشا۔

محبّ گرامی فاضل علوم اسلامیہ مولانا مفتی مشتاق احمد امجدی اویسی صدر شعبہ تحقیق و افتاء امام احمد رضا لرننگ سینٹر ناسک نے تصحیح کر کے ایک جامع مقدمہ تحریر فرمایا۔

محبّ محترم شارح منیہ حضرت مفتی شاکر رضا قادری مصباحی نے اپنے اشاعتی ادارہ قادری مشن اتر دیناج پور وشاخ شالیمار پارک اون سورت سے اشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔

نوری دارالافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھونڈی میں فقہ و افتاء کی تربیت حاصل کرنے والے علما خصوصاً عزیز گرامی مولانا محمد سلیمان مصباحی، مولانا محمد رضا مرکزی، مولانا شاہ مخدوم رضا جامعی، مولانا محمد تنویر احمد ضیائی اور مولانا اعظم رضا مرکزی نے مشترکہ طور پر کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''فتاویٰ رضویہ'' امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کی ایسی نمایاں تصنیف اور کارنامہ ہے جو پچپن سے زائد علوم وفنون پر مشتمل ہے، ایک صدی سے زائد کا عرصہ گزر گیا علماء، فقہاء اور دانشوران دین وملت کا ایک بہت بڑا طبقہ اس کی خصوصیات، نوادرات، نگارشات اور جواہر پارے پہلوؤں کو الگ الگ انداز میں اجاگر کرتے آئے ہیں۔ لیکن اب تک کماحقہٗ کمال وثوق کے ساتھ ضبط تحریر نہیں کر پائے ہیں۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک مستحکم اور مضبوط کڑی ''فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو'' ہے، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کاوش فاضل محقق فقیہ زماں علامہ مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی صاحب کی ہے، جو اعصار وادوار کی ایک اہم پکار ہے۔ قادری مشن (اتر دیناج پور و شاخ شالیمار پارک اون سورت گجرات) جس کے بانی شارح منیہ حافظ الشریعہ مفتی محمد شاکر رضا قادری مصباحی شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعۃ الرضا فاطمۃ الزہراء اون سورت ہیں۔ آج یہ نایاب تحفہ یعنی ''فتاوی رضویہ کا اصلاحی پہلو'' کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھا رہا ہے۔ اوراس سے قبل نصف درجن سے زائد اشاعتی میدان میں کام کر چکا ہے۔ اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ بس آپ قارئین کی دعا کا طالب ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ''قادری مشن'' کے جملہ معاونین و منتظمین کو دونوں جہان کی نعمتوں، برکتوں اور سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عرض گذار

تحمید عالم رضوی مدیر ''قادری مشن'' شاخ شالیمار پارک سورت گجرات

موبائل نمبر: 8922882351

دعائیہ کلمات

نبیرۂ اعلیٰ حضرت خلیفۂ حضور تاج الشریعہ فاضل محقق مفتی ارسلان رضا خان قادری ازہری
آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ و مفتی رضوی دار الافتاء مرکز اہل سنت بریلی شریف

باسمہ تعالیٰ

حضرت مولانا مفتی محمد مبشر رضا صاحب قبلہ سے پہلی ملاقات شہر کلیان میں جامعہ رضویہ کے دستار بندی کے ایک جلسے کے سلسلے میں میری آمد کے موقع پر ہوئی، قیام گاہ پر موصوف نے اپنی کئی تصانیف پیش فرمائیں، جن میں ''حیلۂ شرعی کا جواز'' اور ''بریلی و کچھوچھہ مقدسہ کے ربط و تعلق'' جیسی کتب بھی شامل تھیں، اول الذکر کتاب کے مطالعہ سے محظوظ ہوا اور دل نے کہا کہ اس کتاب کو علماء وائمہ وغیرہ کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیے، اور انکی دیگر کتب ورسائل اور فتاویٰ کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ موصوف ضروری اور مہم مسائل پر جمع و ترتیب اور تصنیف و تالیف کرنے اور لکھنے پڑھنے کا نہ صرف ذوق وشوق رکھتے ہیں بلکہ مکمل عزم وارادہ کے ساتھ اس کام میں منہمک ہیں۔

اس وقت مصنف کی تازہ ترین ترتیب میرے پیشِ نظر ہے جس میں فتاویٰ رضویہ سے وہ منتخب فتوے جمع کیے گئے ہیں جو اصلاح معاشرہ سے متعلق ہیں، ہمارے یہاں مطالعہ و کتب بینی کا رواج اور ماحول دور حاضر میں اس قدر کم سے کم تر ہوتا جا رہا ہے کہ عوام تو عوام علماء کہے جانے والے تک باستثنائے چند کتب چند، دیگر عام کتابوں سے وحشت سی کھاتے ہیں جیسے عموماً صوفی یا مشائخ کہے جانے والے حضرات صدق وصفا اور ریاضت ومجاہدہ سے خوف کھاتے ہیں۔

یہ زمانہ نہ صرف علم وفضل کے زوال کا زمانہ محسوس ہوتا بلکہ تصوف وروحانیت اور

پیری مریدی کے بھی زوال کا دور معلوم ہوتا ہے، علماء کہے جانے والوں کے پاس نہ دقیق و عمیق علم ومطالعہ ہے نہ مشائخ کہے جانے والوں کے پاس عمل، الا ماشاء اللہ ۔ کہتے ہیں کہ مطولات کے مطالعہ سے بلکہ اس کے دیکھنے ہی سے کاہلین کو دہشت ہوتی ہے، اور اس خوف میں وہ ضروری مسائل کا مطالعہ کرنے کے لیے بھی بڑی کتب کو اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کرتے، لہذا مولانا موصوف کا یہ قدم اس جہت سے بھی قابل ستائش و لائق تبریک ہے کہ ایجاز کے ساتھ ایسے حضرات تک ضروری مسائل و مضامین پہنچانے کی کوشش فرمائی ہے شیء خیر من لا شیء، کچھ ہونا نہ ہونے سے بہتر ہے۔ اور یہ نہ صرف ان حضرات بلکہ دیگر علماء حضرات کے لیے بھی مفید و کارآمد ہے تاکہ وہ ایک ہی مجموعے میں اصلاحی فتاوی دیکھ کر اصل حوالہ بآسانی تلاش کرسکیں۔

پابرکاب اور طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے انتہائی عجلت میں یہ چند سطور لکھ سکا ہوں، کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ بھی نہ کرسکا، ورنہ قدرے تفصیل سے کچھ تحریر کرتا مگر مشتے نمونہ از خروارے سرسری نظر سے رسالہ کو جابجا سے دیکھا تو یقیناً مفید و کارآمد پایا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اسی طرح لکھنے پڑھتے رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

فقیر محمد ارسلان رضا قادری غفرلہ

خادم آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ

ورضوی دارالافتاء مرکز اہل سنت بریلی شریف

۱۴ر صفر المظفر ۱۴۴۳ھ، ۲۲ ستمبر ۲۰۲۱ء

تقریظِ جمیل

محقق عصر حضرت علامہ مفتی قاضی فضل احمد مصباحی دام ظلہ العالی
پرنسپل وصدر شعبہ افتاء جامعہ عربیہ ضیاء العلوم کچی باغ بنارس یوپی

باسمہ تعالیٰ

اس میں کوئی شک نہیں کہ علم فقہ باعظمت و بابرکت علم ہے اس کی رفعت و بلندی کا اندازہ درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے کہ:

''الفقہ اشرف العلوم قدراً و اعظمها اجراً و اتمها عائدةً و اعمها فائدة و اعلاها رتبةً واسناها منقبةً يملأ العيون نوراً والقلوب سروراً والصدور انشراحاً۔[الاشباہ والنظائر جلد اول ،ص ۳۶ تا ۳۸]

علم فقہ تمام علوم وفنون میں قدر ومنزلت کے اعتبار سے ارفع واعلیٰ اور اجر وثواب کے اعتبار سے بلند و بالا ہے۔ وہ آنکھوں کو نور وجلا ، دلوں کو سکون وقرار ، افکار کو شعور وآگہی اور زندگی کو فرحت و جمال بخشتا ہے اور اسی سے شرحِ صدر بھی ہوتا ہے۔

ہندوستان میں سلطنتِ مغلیہ کے زوال اور سامراجی طاقتوں کے تسلط کے بعد فقہ وفتاویٰ کا کام عموماً دینی مدارس اور ان سے متعلق علماء ہی انجام دیتے رہے۔ ماضی قریب میں فقہ وفتاویٰ کی خدمات انجام دینے والے علما ومفتیانِ کرام خصوصاً علامہ نقی علی خاں ، علامہ فضلِ رسول بدایونی ، علامہ عبدالقادر بدایونی ، امام احمد رضا فاضلِ بریلوی ، صدر الشریعہ علامہ امجد علی ، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا بریلوی ، مفتیِ اعظمِ ہند علامہ مصطفیٰ رضا بریلوی ، ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بہت معروف ہیں جنھوں نے مسلمانانِ عالم کو فیضیاب کیا اور ان کے فتاوے آج بھی تشنگان

علوم وفقہ کے لیے مرجع و ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں، میدان فتاوی میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فتاوے عالمگیر شہرت کے حامل ہوئے، ماضی قریب کی فقہی خدمات پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ گزشتہ دوصدی میں عالمِ اسلام میں ایسا کوئی فقیہ نہیں جو امام احمد رضا کے فقہ وفتاویٰ میں نظیر بن سکے۔

فتاویٰ نویسی کے حوالے سے امام احمد رضا کی خدمات کا دائرہ کار بہت وسیع ہے ان کے فتاویٰ کا کامل تجزیہ وتبصرہ کے لیے ایک دفتر درکار ہے فتاویٰ رضویہ درحقیقت فقہ حنفی کے مطابق جاری کردہ ہزاروں فتاویٰ جات کا مجموعہ ہے اور ہر ایک فتویٰ دلائل و براہین سے مزین ہے، قرآن وحدیث، فقہ واصولِ فقہ، منطق وفلسفہ، اور عقیدہ کلام میں آپ کی وسعتِ نظری کا اندازہ آپ کے فتاویٰ کے مطالعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فتاوے کا مجموعہ تقریباً ۳۰ رتیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے وہ مسائل جولوگوں کے اصلاحِ عمل سے متعلق ہیں فاضلِ محقق، اسلامی اسکالر عزیز گرامی مفتی مبشر رضا مصباحی سلمہ الباری نے بڑی عرق ریزی اور جاں فشانی سے یکجا کر کے مناسب تبصرہ کے ساتھ ترتیب وتنسیق کا کام انجام دیا ہے جو بلاشبہہ عوام وخواص کے لیے مفید ونفع بخش ثابت ہوگا۔

مرتب موصوف کو علمِ فقہ سے خاصا لگاؤ اور گہری وابستگی ہے، موصوف کے مرتب کردہ مجموعہ میں سے میں نے چند مقامات کے مسائل کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا اور مسائل کے سلسلہ میں ان کے حسنِ انتخاب سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

دعا ہے کہ پروردگارِ عالم موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے مقبولِ عوام وخواص بنادے۔ آمین

قاضی فضلِ احمد مصباحی

نقوشِ دل

امیر القلم حضرت ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی دام ظلہ العالی
بانی و ڈائرکٹر برکات رضا فاؤنڈیشن، میرا روڈ ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

علم وادب اور فکروفن کسی فرد، کسی خاندان، کسی جماعت یا کسی خطۂ ارض اور کسی ملک کا حصہ نہیں، طاق حرم کی یہ وہ لو ہے جو کہیں بھی دمک سکتی ہے، حریم نبوی کی یہ وہ خوشبو ہے جو کہیں بھی پھیل سکتی ہے، کوئی فرد یا خاندان یا قوم وملک جس کی طین پاکیزہ ہو اور جس کی سرشت شریفانہ ہو اس نعمت ربانیہ اور دولت سبحانیہ کی جاگیر داری کا ہرگز دعویٰ نہیں کرسکتا، جی ہاں یہ تو سراسر فضل الٰہی اور انعام مجیدی ہے کہ نور علم کا دیپ شہری ہو یا بدوی آبادی ہو یا صحرا کہیں بھی جل سکتا ہے اور یہ پھول کہیں بھی کھل سکتا ہے۔

قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

''علم وفن کی پوٹلی اٹھانے والا جب بہار سے گزر رہا تھا تو اس کی ایک بڑی مقدار اور بھاری حصہ علاقہ بائسی (ضلع پورنیہ) میں گرا چکا تھا۔''

بے شک ہر وہ مسافر و سیاح بشرطیکہ وہ اہل علم و دانش بھی ہو تو قول مذکور کی صداقت پر ایمان لائے بغیر نہ دم مار سکتا ہے نہ پر۔

ماضی تو ماضی ہے جس کی کہکشاں کا ذکر یہاں طول مبحث کا باعث ہوگا، حالیہ ادوار پر نظر ڈالیں جن کی درخشانی علم وفن سے ہند تو ہند، دیار فرنگ بھی دنگ ہے اس سچائی کے شاہدین لاکھوں نہیں تو ہزاروں ہند و پاک سے یورپ وامریکہ تک موجود ہیں جو اس کی

تصدیق کر سکتے ہیں۔

نژادنو کے اس ذہبی سلسلے کی ایک نمایاں کڑی مفتی محمد مبشر رضا ازہر ہیں ،جن کے علمی اٹھان اور فنی کڑی کمان نہ صرف قابل دید ہے بلکہ نو جوان علماء کے لیے لائق تقلید بھی ،میری اس بات کو مبالغہ پر محمول نہ کیا جائے میں اس قماش کا آدمی نہیں ،ہاں جو بات اوپر کہی گئی ہے ملک بھر کا سنجیدہ وشریف علمی طبقہ اس کی گواہی دے سکتا ہے۔

یہ خاکسار پچھلے ڈیڑھ دوسالوں سے کچھ تو ذہنی وجسمانی عوارض وامراض میں مبتلا ہے اور کچھ مکروہات دنیا کا گرفتہ ایسے میں گرامی قدر احباب کی فرمائشوں کا تا تا بندھا رہتا ہے، میں شرمندہ ہوتا رہتا ہوں اور معذرت خواہ بھی۔

صاحب علم وقلم حضرت مفتی مبشر رضا ازہر صاحب قبلہ کی ایک تازہ تالیف ''فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو'' پیش نظر ہے اور ان کا اصرار ہے کہ میں کچھ لکھوں ،ان کا حکم ٹالنے کی تاب میں نہ لا سکا اور یہ بے تکے چند جملے زبانی وائس میسیج کر دیا، میں نے کتاب دیکھی ہے پڑھی نہیں ،فہرست پر نظر ضرور ڈالی ہے،موضوعات کا تنوع اور اصلاحی پہلوؤں کی گنا گنی دیکھ کر لاریب یہ سفارش کی جاسکتی ہے کہ خطبا ومقررین اور ائمہ مساجد اگر ان موضوعات کو اپنی گفتگو کا عنوان بنا کر بیان کریں تو سماج میں اصلاح کی لہر دوڑ سکتی ہے اور خطبا کا یہ پہلو خوب روشن ہو کر سامنے آسکتا ہے، یہ گنہگار اس بیش قیمت قدو کاوش پر مولف محترم کو ہر گوشۂ قلب سے مبارک باد پیش کرتا ہے۔

طالب دعا
خاکسار غلام جابر شمس پورنوی

نوازشات

ادیب شہیر حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی دام ظلہ العالی
ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

''فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو'' اس وقت ہمارے روبرو ہے۔ آج ملک اور دنیا میں بے شمار برائیاں موجود ہیں، یہ برائیاں عام طور پر مردوں اور خواتین میں اپنے اپنے رخوں سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ دنیا کو جانے دیجیے، خود عالم اسلام اپنی قباحتوں میں نئی راہیں نکال رہا ہے۔ مصلحین امت مختلف جہتوں سے اصلاح فرماتے رہے ہیں اور آج بھی فرما رہے ہیں۔ عہد رسالت مآب ﷺ سے لے کر آج تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کاوشیں ہوتی رہی ہیں۔ زبانوں سے، قلموں سے اور دلوں سے مگر عام طور پر باطل اور ناحق ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ اس کی بہت بڑی وجہ لاعلمی اور جہالت ہے، مگر سب سے زیادہ شیاطین کی شرانگیزی اور گم راہ گری کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو علم و شعور کی دولت سے سرفراز فرمائے اور ہر برائی سے محفوظ فرما کر صلاح و فلاح کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

ہمارے نوجوان فاضل اشرفیہ اور نام ور مفتی حضرت مولانا مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی دام ظلہ العالی بڑی خوبیوں کے حامل ہیں۔ صلاح و فلاح کا جذبۂ جنوں خیز رکھتے ہیں۔ آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے دوران تعلیم ہی تحریر و نگارش کا سفر شروع کر دیا تھا۔ فراغت کے بعد اعلیٰ تدریس اور فتویٰ نگاری کا سفر شروع فرمایا جو ماشاء اللہ تعالیٰ مزید اوصاف و خصائل کے ساتھ مسلسل آگے بڑھ رہا ہے، اس وقت آپ بلند پایہ شیخ الحدیث، اور دو دارالافتاؤں میں فتاویٰ نویسی اور ایک ذمہ دار قاضی کی حیثیت سے مصروف و معروف

ہیں۔مجلس شرعی مبارک پور،شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف،اورآل بہار علما کونسل بہار وغیرہ کے سیمیناروں میں مدعو کیے جاتے ہیں،ایک اندازے کے مطابق اب تک چالیس سے زائد جدید فقہی مسائل پر گراں قدر مقالات تحریر فرما چکے ہیں۔جدید فقہی مسائل پر تحریریں لکھنا کوئی آسان نہیں،ان کی مشکلات کا اندازہ انھیں مفتیانِ کرام کو ہوتا ہے جو عملی طور پر ان راہوں سے گزرتے ہیں۔مسئلہ صرف مقالات نویسی تک نہیں،کسی بھی نئے مسئلے پر سیمینار میں علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کے درمیان جو بحثیں ہوتی ہیں،ان میں اچھے اچھوں کی بولتی بند ہو جاتی ہے اور کوئی ضروری نہیں ہوتا کہ جو ایک مفتی نے اپنے مقالے میں لکھا ہے،فیصلہ اس کے موافق ہو،بعض اوقات اجتماعی نقطۂ نظر سے فیصلہ اس کے مخالف بھی ہو جاتا ہے اور سب بخوشی اسے قبول بھی کر لیتے ہیں۔الا ماشاءاللہ۔

متعدد اور مختلف اخبار و رسائل میں آپ کی جو گراں قدر تحریریں شائع ہوئی ہیں ان کی تعداد پچاس سے زائد ہے ’’بزمِ دانش‘‘ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کا مستقل کالم ہے، اس میں دو قلم کار ہوتے ہیں۔ہم تاریخ اور احوال کی روشنی میں موضوع دو ماہ قبل ہی شائع کر دیتے ہیں،عام طور پر ادارہ کے ذمہ دار موضوع اور قلم کار کے طبعی کی مناسبت سے کال کرتے ہیں،ہم خود بعض مواقع پر حضرت مفتی محمد مبشر رضا مصباحی سے رابطہ کرتے ہیں، آپ کا جواب ہوتا ہے:جی حضرت!بس دو چار دن میں روانہ کرتا ہوں۔ماشاءاللہ آپ لکھتے ہیں اور بڑی حد تک موضوع کا حق ادا فرما دیتے ہیں۔

آپ اردو روز نامہ ’’ممبئی اردو نیوز‘‘ ممبئی کے لیے 2016 سے ہفتہ وار کالم ’’دینی رہنمائی‘‘ کے عنوان سے لکھ رہے ہیں۔دریافت کرنے پر فرمایا،اب تک ایک ہزار سے زیادہ فتاوے شائع ہو چکے ہیں،دارالافتا کے فتاوے اخبار میں ارسال نہیں فرماتے، بلکہ اخباری معیار کے مطابق الگ سے فتاوے رقم کرتے ہیں اسے ہم ’’فقہی صحافت‘‘ کہنے میں حق بجانب ہیں۔یعنی آپ دیگر اسالیب بھی رکھتے ہیں اور ’’فقہی صحافتی تحریریں‘‘ لکھنے میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔یہ فقہی صحافتی صلاحیت ہر کسی کے مقدر میں کہاں۔آپ متعدد اردو ماہ ناموں کی گاہے بگاہے ادارتی ذمہ داریاں بھی سنبھالتے رہے ہیں،مجلّہ المختار،کلیان تھانہ مہاراشٹر کی اکثر ذمہ داریاں آج کل آپ کے سر ہیں۔بفضلہٖ

تعالیٰ آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی تعداد ایک درجن سے زیادہ ہے۔ ''فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو'' آپ کے ہاتھوں میں ہے، امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ [ولادت 10 شوال المکرّم 1272ھ/ 14 جون 1856ء-وصال:25 صفر 1330ھ/ ۱۸۲ اکتوبر 1921] کثیر علوم ومعارف کی درخشاں شخصیت تھی، آپ دبستانِ نعت کے امام تھے، تین حصوں پر مشتمل گنجینہ ؟ نعوت ''حدائق بخشش'' عالمی سطح پر مقبولیت کے بام عروج پر ہے، اکثر حصے کا عربی ترجمہ شائع ہو چکا ہے، اسی طرح انگریزی وغیرہ میں بھی کثیر نعتوں کے تراجم ہو چکے ہیں۔ آپ مقبول ترین مترجمِ قرآن بھی ہیں آپ کا شاہ کار اردو ترجمہ کنز الایمان ہے، جو بین الاقوامی سطح پر کثیر زبانوں میں شائع ہو رہا ہے۔ یگانۂ روزگار متکلم و فلسفی بھی ہیں اور مصلحِ امت صوفیِ باصفا بھی۔ آپ نے کثیر موضوعات پر کثیر کتب تصنیف فرمائی ہیں۔

" العطایه النبویه فی الفتاویٰ الرضویه" فتاویٰ رضویہ جدید تخریج کے بعد ۳۰ جلدوں پر ہند و پاک سے شائع ہو چکی ہے، رضا فاؤنڈیشن لاہور کے متعدد علما اور مفتیانِ کرام نے عربی اور فارسی عبارات کے تراجم، ترتیب جدید اور تخریجات کا اضافہ کیا ہے، اسی ضروری حکمتِ عملی سے تیس جلدیں ہو گئیں۔ آپ کی تحقیق کا انداز یہ ہے کہ پہلے مختصر اصل حکم، لغوی معنی، اصطلاحی تعریف اور پھر حسب ضرورت تحقیقات اور تدقیقات کے سمندر بہا دیتے ہیں۔ آپ سے سوال کرنے والے صرف عوام نہیں بلکہ اپنے عہد کے بڑے بڑے علما، مشائخ اور مفتیانِ کرام بھی نظر آتے ہیں۔ فتاویٰ میں صرف قرآن و حدیث اور ائمۂ فقہ حنفی تک اکتفا نہیں فرماتے، حالات اور تقاضے کے پیشِ نظر دسیوں علوم و فنون مسکراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کی ایک امتیازی شان یہ بھی ہے کہ سائل نے اگر عربی اور فارسی میں سوال کیا ہے تو آپ بھی فصیح عربی اور فارسی میں جوابات عنایت فرماتے ہیں۔ اگر سائل نے اردو، عربی اور فارسی میں منظوم سوال کیا ہے تو آپ بھی عام طور پر اسی زبان کے اشعار میں جواب سے سرشار اور مطمئن فرما دیتے ہیں۔ اصلاحِ معاشرہ اور مسلمانوں کے درمیان برپا غیر شرعی امور پر بھی وافر مقدار میں فتوے ہیں، جیسے غیروں سے مشابہت [تشبہ بالغیر] کی پچیس صورتیں، درود شریف کی جگہ صرف صلعم یا ع یا م یا ص

یا صللم لکھنا کیسا ہے؟ عورتوں کا بہ آواز بلند خوش الحانی سے نعت ومنقبت پڑھنا کیسا ہے؟ نعت خواں کو خطیر رقم دے کر نعت شریف پڑھوانا وغیرہ۔ پیش نظر کتاب میں فتاویٰ رضویہ سے ماخوذ اسی قسم کے مسائل بڑے سلیقے سے جمع فرمائے ہیں۔

حضرت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی ایک سلجھی ہوئی شخصیت ہیں۔ متعدد علوم و فنون پر نگاہ رکھتے ہیں، احوالِ زمانہ سے بڑی حد تک باخبر رہتے ہیں، عوام وخواص سے روابط بھی رکھتے ہیں۔ نپے تلے جملے لکھنا اور وافر معانی کو مختصر جملوں میں سمیٹنے کا ہنر فطری ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ''فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو'' اصلاحی جواہر کا مرقع دیگر کتب سے زیادہ مقبول ہوگا۔ ہم دعا دیتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وفن اور فکر ومطالعہ کی دنیا دراز فرمائے، پیشِ نظر کتاب عوام وخواص میں قبولیت کی منزلوں سے سرفراز ہو۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

از: احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ
خادم التدریس والصحافۃ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
Mob:7007448100/ :9450740696
Email:mubarakmisbahi@gmail.com

۱۹/ربیع الثانی 1443ھ/ 21 نومبر 2021ء

حروفِ محبت

شارح منیہ حضرت مفتی شاکر رضا قادری مصباحی دام ظلہ العالی
شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ فاطمۃ الزہرا اون سورت

مبسملاً و حامداً و مصلیاً و مسلماً

محصور جہاں دانی و عالی میں ہے
کیا شبہ رضا کی بیمثالی میں ہے

امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی با کمال ذات بے مثالی صفات افق زیست پر ایسی تابناک اور جگ ظاہر ہے کہ ارباب لوح وقلم، دانشوران علم وفن کی دنیا ہنوز محوتماشا ہے۔ان کے دریائے علم میں ہزار ہا ہزار غوطہ لگانے کے باجود زمینی سطح تک پہونچنا تو دور کی بات، کما حقہ ایک گوشے کے احاطے کا بھی دعویٰ کسی سے نہیں ہوسکا۔فتاویٰ رضویہ محض ایک سوال و جواب کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کے دامن علم میں سینکڑوں ایسے علوم وفنون کے تابندہ مہ پارے اور شہ پارے جلوہ گر ہیں کہ ان کی مہکی مہکی خوشبوؤں سے جہاں اصحاب علم وفضل مستفیض ہورہے ہیں وہیں پر بے علم و ہنر بھی ان کی ضیاء پاشیوں سے مستنیر ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

انہی میں ایک بڑا اہم آفاقی اور خصوصی جہت جسے ''فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو'' سے موسوم کیا گیا ہے۔زور دے کر اہم، آفاقی، خصوصی جہت اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ السامی کی حیات مبارکہ کا مقصود ومنظور ہی تھا قوم مسلم کے دلوں میں اصلاح وموعظت کا چراغ جلا کر رشد و ہدایت کی دہلیز پر ایک نیک اور صالح مسلمان بنا کر کھڑا کر دینا۔

یہ کتاب جو ہمارے ہاتھوں میں ہے سمندر سے کوزہ اور دریا سے قطرہ نکالنے کا

کام ضرور ہوا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ 'مرنے والے کے لیے تنکا کا سہارا کافی ہوتا ہے' آج کے اس پرفتن ہما ہمی گہما گہمی ماحول کو کون نہیں جانتا، بے راہ روی حالات سے کون واقف کار نہیں ہے، ایسے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان وقلم کی روشنی میں ایسا نادر و نایاب تحفہ اسلامی دنیا کے سامنے پیش کرنا میرے خیال میں بہت بڑی سوچ وفکر کا حامل اور متبحر عالم دین کا کام ہے۔ اور ساتھ ہی رضا شناسی اور فروغ رضویات میں بہت بڑا اضافہ بھی ہے جو دیدہ ودانستہ فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

فاضل گرامی وقار محبّ محترم محقق عصر صاحب قلم وقرطاس حضرت مولانا مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی زید کرمہ کی کاوش کو ہم جتنا بھی سراہا ہیں کم ہے آپ نے کتاب کو صوری ومعنوی ہر طرح سے چمکدار اور سجانے کی سعی فرمائی ہیں، آپ کی ذات کے تعلق سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ عقابی نظر رکھتے ہیں بے مثال علم دوست اور علماء نواز ہیں ملنساری اور تحمل مزاجی گویا آپ کی گھٹی میں پلائی دی گئی ہے۔ امید ہے کہ ان کی اور کاوشوں کی طرح یہ بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ فقط دعا جو!

احقر محمد شاکر رضا قادری مصباحی
شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعۃ الرضا اون سورت
بانی وسربراہ قادری مشن اتر دیناج پور وشاخ سورت گجرات

تقدیم

فاضلِ علوم اسلامیہ مفتی محمد مشتاق احمد امجدی اویسی
ازہری دارالافتا، امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک

''فتاویٰ رضویہ'' چودہویں صدی ہجری کے عظیم مجدد و محقق، بے بدل فقیہ و مفتی، وسیع الفکر مفکر و مدبر امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کی تحقیقات نادرہ کا عظیم مجموعہ اور حسین گلدستہ ہے، قدر المؤلَّف بقدر المؤلِّف کے تحت فتاویٰ رضویہ کے علمی مقام و مرتبہ کا اندازہ اس کتاب کے مؤلف و مصنف امام احمد رضا قدس سرہٗ کی شش جہات وشہرۂ آفاق دینی و علمی شخصیت سے لگایا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیرت انگیز ذہانت و فطانت، تقوی و طہارت اور قوت استنباط و استخراج کی دولت لازوال سے مالا مال فرمایا تھا، آپ نے خداداد صلاحیت ولیاقت سے ایک سو سے زائد علوم وفنون پر تبحر و کمال حاصل کیا، آپ نے مختلف علوم وفنون میں تقریباً ایک ہزار کتابیں قوم کو عطا فرمائیں، علامہ شامی قدس سرہٗ السامی کے بعد علمائے ہند میں آپ تنہا درجۂ اجتہاد پر فائز تھے، آپ جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھاتے قرآن و احادیث، اقوال صحابہ، فرموداتِ فقہا و مجتہدین اور قیاس سے اس کے ہر ایک پہلو کی تنقیح و تحقیق فرماتے چلے جاتے، اگر شرعی حکم میں فقہائے کرام کے اقوال وارشادات مختلف دیکھتے تو اپنی بالغ فکری اور وسعت نظری سے ان میں تطبیق کی صورت پیش کرتے یا پھر قواعد واصول کے مطابق ان میں سے کسی ایک کے قول کو دوسرے پر فوقیت اور ترجیح دیتے۔

فتویٰ نویسی کے باب میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی یہ انفرادی شان تھی کہ آپ سائلوں کی فہم ولیاقت اور ان کی زبان و بیان کا بھرپور لحاظ فرماتے، سائل جس درجہ کا ہوتا آپ اسی کے مطابق جواب بھی مختصر و مطول، تحقیقی اور عام فہم تحریر فرماتے، یوں ہی مستفتی جس زبان میں استفتا کرتا جواب بھی اسی زبان میں عنایت فرماتے حتی کہ منظوم سوالات کے جوابات منظوم اور حد تو یہ کہ منظوم سوال جس بحر میں قائم کیا جاتا آپ اسی بحر میں اس کا جواب مرحمت فرماتے،

گویا آپ کی ذات ستودہ صفات "کلموا الناس قدر عقولهم" کی کامل تفسیر تھی۔

آپ اعلیٰ فقہی بصیرت کے ساتھ ساتھ اپنے معاصرین واقران میں علم حدیث میں بھی منفرد المثال اور یگانۂ روزگار تھے، آپ کی تصنیفات وتالیفات کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ زبان وبیان کی سلاست وروانی، عبارتوں میں حسن وعمدگی اور معانی ومفاہیم کی تنقیح وتوضیح جیسی خوبیوں کے ساتھ جس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے تھے قلم برداشتہ کثیر آیات و احادیث سے تحقیق کے دریا بہا دیتے تھے، اگر آپ کے محدثانہ مقام ومرتبہ کی تفاصیل حیطۂ تحریر میں لائی جائیں تو کئی دفتر تیار ہو سکتے ہیں، جس کی نہ یہاں گنجائش اور نہ ہی وہ مقصود۔ اس سے قطع نظر یہاں صرف چند جھلکیاں ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔

[۱] جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دافع البلا والوباء کہنا شرک کہا گیا تو آپ کا قلم حرکت میں آیا اور ایک مستقل رسالہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا جو "الامن والعلی" کے نام سے مشہور ہے جس میں آپ نے تین سو احادیث کریمہ کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دافع البلا اور صاحب اختیار ہونا ثابت فرمایا۔

[۲] جب وہابیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے کا انکار کیا اور قرآن وحدیث سے دلیل کا مطالبہ کیا تو امام احمد رضا قدس سرہٗ نے "تجلی الیقین" کے نام ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی اور ایک سو احادیث طیبہ سے اس مسئلہ کو واضح فرما کر تحقیق انیق کے دریا بہائے۔

[۳] اپنے رسالہ مبارکہ "الزبدة الزكية فى تحريم سجود التحية" میں ۷۰، حدیثوں کی روشنی میں سجدۂ تحیت کی حرمت بیان فرمائی۔

[۴] داڑھی بڑھانے کی ضرورت واہمیت پر مبنی رسالہ "لمعة الضحى فى اعفاء اللحى" میں ۵۶، احادیث پیش کر کے مسئلہ کی وضاحت فرمائی۔

مذکورہ شواہد وتفاصیل سے آپ کی محدثانہ شان وشوکت آفتاب نیمروز کی طرح خوب خوب ظاہر وباہر ہے۔

عام طور پر "فتاویٰ رضویہ" کو فقہی انسائیکلوپیڈیا کہا جاتا ہے لیکن اس عظیم وجلیل کتاب کا قاری اس کے مطالعہ سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ یہ کتاب نہ صرف فقہی معارف کا نادر گلدستہ ہے بلکہ شرعی علوم وفنون کے علاوہ منطق وفلسفہ، فلکیات وطبعیات، معاشیات وارضیات، علم الحساب والزیجات، ریاضی وجفر، ہندسہ ولوگارثم اور ہیئت وتوقیت وغیرہ بیشتر علوم وفنون کی

غیر معمولی معلومات اور بے شمار تحقیقات کا بیش بہا خزانہ ہے، تفصیل میں نہ جا کر صرف یہ مسئلہ ملاحظہ کریں اور تحقیقات رضویہ کی ندرت اور انفرادیت سے اپنے مشام جاں کو معطر کریں۔

جن چیزوں سے تیمّم جائز ہے فقہائے کرام کی کتب سابقہ میں ان کی تعداد ۷۴/ بیان کی گئی ہے، مگر امام احمد رضا قدس سرہ نے جب اس مسئلہ پر قلم کو حرکت دی تو آپ نے اپنی جودت طبع سے ۱۰۷/ چیزوں کا اضافہ فرمایا یوں ہی جن چیزوں سے تیمّم جائز نہیں فقہائے احناف کی کتابوں میں ان کی تعداد ۵۸/ شمار کی گئی ہے مگر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنی تحقیق و جستجو سے ۷۲/ چیزوں کا مزید اضافہ فرمایا، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ پڑھیں اور تحقیقات رضویہ سے لطف اندوز ہوں۔

''یہ تین سو گیارہ چیزوں کا بیان ہے، ۱۸۱/ سے تیمّم جائز جن میں ۷۴/ منصوص اور ۱۰۷/ زیادات فقیر اور ۱۳۰/ سے ناجائز جن میں ۵۸/ منصوص اور ۷۲/ زیادات فقیر، ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا، ولله الحمد اولا وآخرا، وبه التوفيق باطنا وظاهرا، وصلى الله تعالىٰ عليه وسلم على حبيبه واله وصحبه متوافرا متكاثرا، آمين۔'' [فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۳ ص:۶۵۸]

فتاویٰ رضویہ میں قدیم وجدید علوم وفنون پر رضوی تحقیقات کے علاوہ ہمارے سماج میں درآئی متعدد قسم کی بدعات وخرافات اور بیہودہ رسوم ورواج کی اصلاحات پر مشتمل ایک سیلِ رواں پایا جاتا ہے، فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ کی اکیسویں، بائیسویں، تیئیسویں اور چوبیسویں جلدیں ہمارے دعوی پر روشن دلیل ہیں۔ یقیناً اگر امت مسلمہ اپنے امام وپیشوا کے ان نقوش فکر پر عمل پیرا ہو جائے تو ہمارے معاشرے سے ہر قسم کی برائیوں اور بے حیائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور ہمارا سماج ومعاشرہ کامل طور پر رحمتِ خداوندی کا سرچشمہ اور چین وسکون کا گہوارہ اور امن وامان کا مرکز بن جائے گا۔

زیر نظر کتاب ''فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو'' اسی سلسلے کی ایک حسین کڑی ہے، جس میں فتاویٰ رضویہ کے متعدد اصلاحی پہلوؤں کو اجاگر کر کے قوم وملت کی اصلاح کے پیش نظر لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی گئی ہے، بالخصوص، کھانے پینے کے آداب، شادی بیاہ کے فرسودہ رسومات، ماہِ محرام الحرام کے بدعات وخرافات، ماں باپ، میاں بیوں، اولاد کے حقوق، غیر مسلموں سے دوستی، غیر قوم سے مشابہت، مزارات پر حاضری کے

آداب، تصویر سازی، بالوں کو کالا کرنے کے حوالے سے اچھا خاصا مواد جمع کر دیا گیا ہے، فاضل مرتب نے مضامین کتاب کو بڑے عام فہم، سلیس اور آسان انداز میں ترتیب دیا ہے جو عوام وخواص سبھوں کے لیے یکساں مفید اور نفع بخش ہے۔

اس کتاب کے مؤلف ومرتب فقیہ عصر فاضل محقق حضرت علامہ مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی۔زید مجدہ۔مروجہ اسلامی علوم وفنون کے ماہر، مسندِ تدریس کے لائق وفائق استاذ اور بحر فقہ وحدیث کے عظیم شناور ہیں، آپ زہد وورع میں اپنی مثال آپ ہیں، تحقیقی مزاج رکھتے ہیں، عاجزی وانکساری، نرم گوئی ومعاملہ فہمی اور خلوص وللّٰہیت آپ کے نمایاں اوصاف ہیں، خوش اخلاقی اور خوش مزاجی کے زیور سے آپ کی ذات مزین ومرصع ہے، خاموش مزاجی سے قوم وملت کے فوز وفلاح کے لیے کوشاں رہنا آپ کا خاص وطیرہ اور محبوب مشغلہ ہے، آپ خدمت دین متین کے لیے اپنے سینے میں جذبۂ بیکراں اور دردمند دل رکھتے ہیں، دوسروں کو کوسنے کے بجائے اپنی بساط بھر کام کرنے کے عادی ہیں، آپ کو فقہ وفتاویٰ سے خصوصی شغف ہے، نوری دار الافتا بھیونڈی کے صدر مفتی اور الجامعۃ الرضویہ کلیان کے شیخ الحدیث کے مناصب جلیلہ پر فائز ہو کر عوام وخواص اور طالبان علوم نبویہ کو علمی فیضان سے مالا مال فرما رہے ہیں۔

ہر ہفتہ عروس البلاد ممبئ عظمیٰ کے مقبول ترین روز نامہ ''ممبئ اردو نیوز'' میں ''دینی رہنمائی'' کے نام سے ایک مستقل کالم میں آپ کے تحقیقی فتاویٰ چھپتے ہیں جس سے ممبئ، تھانہ، بھیونڈی، ناسک کے احباب اہل سنت برسوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں، دینی وتبلیغی اور فقہ وفتاویٰ کی کثیر مصروفیات کے باوجود تحریر وقلم سے آپ کا رشتہ بڑا مضبوط ہے، اب تک درجنوں تحقیقی، فقہی، اصلاحی، ادبی مضامین ومقالات لکھ چکے ہیں، دینی جلسے وجلوس کے ساتھ فقہی سیمیناروں میں تحقیقی مقالوں کے ساتھ شرکت فرماتے ہیں، اب تک آپ کے نوک قلم سے درجن بھر کتب ورسائل منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر قارئین سے داد وتحسین وصول کر چکے ہیں۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ دیگر کتابوں کی طرح آپ کی اس قلمی کاوش کو بھی شرف قبولیت بخشے اور مقبولیت عامہ سے سرفراز فرمائے، آپ کے جملہ دینی کاموں میں بے پناہ برکتیں نازل فرمائے اور مزید تحریری، علمی اور تحقیقی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

دعا گو ودعا جو

مشتاق احمد امجدی غفر لہ

۷۸۶/۹۲
حامداً و مصلیاً و مسلماً

مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہٗ سرزمین ہندوستان کی ایک عظیم انقلاب آفریں اور متنوع شخصیت کا نام ہے، آپ نے جس خانوادہ میں آنکھیں کھولیں وہ خانوادہ خاندانی شرافت و وجاہت، دینی شان و شوکت، سماجی عزت و عظمت، اخلاقی اقتدار و منزلت اور دنیاوی اثر و رسوخ کی وجہ سے محتاج تعارف نہیں، امام العلما مفتی رضا علی خاں اسی عظیم و جلیل خانوادہ کے وہ بطل جلیل ہیں جنھوں نے اپنی علمی و فکری، دینی و مذہبی اور اخلاقی و سماجی خدمات سے ایک عالم کو سیراب کیا، وطن عزیز ہندوستان کو انگریزی حکومت کی غلامی سے چھڑانے کے لیے اہلیان وطن کے اندر آزادی کی روح پھونکنے والوں میں آپ کا نام سرفہرست آتا ہے، امام المتکلمین مفتی نقی علی خاں قادری آپ ہی کے فرزند سعید تھے، آپ اپنے وقت کے کہنہ مشق مفتی، نکتہ سنج فقیہ، عظیم محقق اور کثیر علوم و فنون کے بحر ناپیدا کنار اور ماہر و کامل تھے آپ کی بافیض درسگاہ سے سیکڑوں تشنگان علوم و فنون نے اپنی علمی سیرابی حاصل کی، آپ کے فیض یافتگان میں اپنے اپنے وقت کے بڑے فقہا و محدثین کے اسمائے گرامی ذکر کیے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ اسی علمی و دینی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے، اللہ عز و جل نے آپ کو حیرت انگیز ذہانت و فطانت اور کمال کا فضل و تقویٰ عطا فرمایا تھا، آپ خداداد صلاحیت و لیاقت سے ۵۵/ سے زائد علوم و فنون پر نہ صرف کامل عبور رکھتے تھے بلکہ بہت سے علوم و فنون میں آپ کو موجد ہونے کا درجہ حاصل تھا، آپ نے

زندگی کا ہر ہر لمحہ شریعت محمدیہ کی احیا و تبلیغ میں صرف فرمایا، آپ کی کثیر دینی و علمی کارناموں، احیاء دین وملت، ناقابل تسخیر مقبولیت اور وہبی علوم وفنون میں مہارت وحذاقت کو دیکھ کر حل وحرم، عرب وعجم اور ہند وسندھ کے اکابر علما و محققین نے بالاتفاق چودہویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا، لاریب آپ نے جو تجدیدی کارنامے انجام دیئے رہتی دنیا تک یاد کیے جائیں گے۔

آپ نے جہاں بدمذہبوں کے رد وابطال اور گستاخان خدا ورسول کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے مناظروں کی ٹیم تشکیل دی، شرعی مسائل حل کرنے کے لیے فقہا کی کھیپ تیار کی اور امت مسلمہ تک دین وسنیت کا پیغام عام کرنے کے لیے داعیان اسلام پیدا کیے وہیں بذات خود مسند رشد وہدایت پر متمکن ہو کر پوری دنیا کے لوگوں کے درمیان دین وسنیت کا پیغام عام کیا، آپ کی تصنیفات وتالیفات اور آپ کے اقوال وفرامین میں اصلاح امت کی روشن تعلیمات اور پاکیزہ ہدایات بخوبی پائی جاتی ہیں، آپ کی تحریرات کو پڑھ کر ایک منصف مزاج، عدل پرور اور عدل پسند آدمی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اصلاح امت کے حوالے سے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، یقیناً کفر والحاد، فسق وفجور اور ضلالت وگمرہی کے زمانے میں بے خوف لومۃ لائم آپ کا قلم ہر گھڑی سیال رہا اور فرزندان اسلام کی اصلاح فرما کر انہیں شاہراہ ترقی پر لا کر کھڑا کر دیا آپ کی تصنیفات اور تالیفات اور اقوال وفرمودات میں فتاویٰ رضویہ عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں زندگی کے ہر شعبے کا تفصیلی بیان موجود ہے۔

فتاویٰ رضویہ بلاشبہہ چودہویں صدی ہجری کے یگانہ روزگار محقق ومحدث، بے مثال مفسر، بے بدل مجتہد اور بے نظیر مفتی، امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کی عظیم فقہی یادگار ہے جو فقہ وفتاویٰ کا مستند ذخیرہ، قدیم وجدید علوم وفنون کا بیش بہا خزانہ اور فقہ حنفی کے احکام ومسائل کا اسلامی انسائیکلو پیڈیا ہے، فتاویٰ رضویہ اعلیٰ حضرت کی رضوی تحقیقات کا دلکش مجموعہ ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ فتاویٰ رضویہ قدیم وجدید مسائل واحکام کا وہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے کہ جو جس قدر اس میں غواصی کر لے جائے وہ اتنا ہی علوم وفنون کے چنندہ سیپ حاصل کرنے میں

کامیاب ہوگا۔

ایک بالغ نظر مفتی اپنے اہل زمانہ کے احوال سے مکمل آ گاہی رکھتا ہے اور جو اپنے گردوپیش اور لوگوں کے عرف واحوال کی معرفت نہ رکھے اور فتوی نویسی کے منصب پر متمکن ہو وہ متعدد مقامات پر غلطی کا شکار ہو جاتا ہے اسی لیے ہمارے فقہا نے ایسے لوگوں کو جاہل اور فتویٰ نویسی کا نااہل قرار دیا ہے، امام احمد رضا قدس سرہٗ انتہائی بالغ نظر مفتی، نکتہ داں فقیہ اور دوررس مجتہد تھے، آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے فتاویٰ میں تحقیق وتدقیق کے مختلف اسلوب استعمال کیے ہیں وہیں یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے فتاویٰ میں تحقیقی مباحث کے ساتھ ساتھ ہمارے معاشرہ میں در آمد قسم قسم کی بدعات وخرافات اور طرح طرح کی غیر شرعی رسومات کے خلاف کافی مواد موجود ہیں، آپ نے اپنے فتاویٰ میں ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل کے لیے ایسے رہنما خطوط ونقوش تحریر فرمائے ہیں کہ اگر واقعی ہم ان کے مطابق عمل کا عزم مصمم کر لیں تو ہمارا معاشرہ یقیناً ایک مثالی اور اسلامی معاشرہ بن جائے اور ہمارے سماج سے ہر قسم کی برائیوں، بے حیائیوں اور بے برکتوں کا جڑ سے خاتمہ ہو جائے اور ہر سُو سنت کی بہاریں ہوں، اچھائیوں کی خوشبو سے پورا معاشرہ مشکبار ہو جائے، ہر کوئی رحمت خداوندی کا سزاوار ہونے لگے۔ خیر خواہی امت اور توشۂ آخرت کی نیت سے آپ کے فتاویٰ سے اصلاح معاشرہ کے چند منتشر خطوط ونقوش یکجا کرنے کی ایک حقیر سی کوشش کی گئی ہے تا کہ اس کا فائدہ عام وتام ہو، امید ہے کہ قارئین اسے دلچسپی سے پڑھیں گے بھی اور عمل کی بھی کوشش کریں گے، ان شاء اللہ الرحمٰن۔

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی برکت:

کھانا کھانے میں سنت یہ ہے کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے آغاز کرے، کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے سے کھانے والا شیطان کے مکر وشر سے بچ جاتا ہے اور بے برکتی سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے لیکن بعض حضرات کھانا دیکھتے ہی ٹوٹ پڑتے ہیں اور بسم اللہ پڑھنے کا کوئی خیال ہی نہیں ہوتا، مسلمانوں کو چاہیے کہ خیال کر کے کھانے سے پہلے ضرور بسم اللہ پڑھیں تا کہ شیطان کی معیت اور شر سے محفوظ رہیں اور سنت مصطفیٰ علیہ

التحیۃ والثنا پر عمل بھی ہو۔امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

> ''جو بسم اللہ کہہ کر کھاتا ہے شیطان اس کے ساتھ نہیں کھا سکتا اور جو بغیر بسم اللہ کے کھائے شیطان اس کے ساتھ کھائے گا اگرچہ سر پر سو کپڑے ہوں، ننگے سر کھانا ہنود کی رسم اور خلاف سنت ہے، ہاں کوئی عذر ہو تو حرج نہیں۔'' [فتاویٰ رضویہ مترجم ج۲۱،ص۶۵۲]

پیر کے سامنے بے پردہ ہونا:

اسلام میں پردے کی بڑی اہمیت ہے، پردہ خواتین اسلام کی ضرورت بھی ہے اور حسن بھی، بلا وجہ شرعی اپنا ستر کسی کے سامنے کھولنا سخت حرام ہے، اور اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت کا باعث ہے، اور ستر پوشی فرض ہے۔لیکن آج کل کچھ ایسے جہلا پیر ہیں جو شریعت وطریقت کو الگ بتا کر اپنی جیب بھرتے ہیں اور خواہشات نفسانیہ کی تکمیل میں بے پردہ آنے والی عورتوں کو روکتے بھی نہیں ہیں۔مزید یہ کہ دوشیزاؤں اور عورتوں کو تنہائیوں میں بلا کر خدمتیں کرواتے ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی بارگاہ میں پیر کے سامنے بے پردہ ہونے کا سوال آیا تو آپ نے فرمایا:

> ''پردہ کے باب میں پیر اور غیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے۔''فی الدر المختار تمنع المرأة الشابةمن كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة'' اسی میں ہے''اما في زماننا فمنع من الشابة قهستاني''اور بڑھیا کے لیے جس سے احتمال فتنہ نہ ہو مضائقہ نہیں ''فيه ايضا اما العجوز التي لاتشتهي فلا بأس بمصافحتها و مس يدها ان امن'' مگر ایسے خاندان کی نہ ہو جس کا یوں بھی سامنے آنا اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار یا خود اس کے واسطے وجہ انگشت نمائی ہو ''فانا قد امرنا ان ننزل الناس منازلهم كما في حديث ام المومنين الصديقة رضي الله تعالیٰ عنها

و فی حدیث مرفوع: ایاك و ما یسوء الاذن'' خصوصاً جب کہ اس کے سبب جانب اقربا سے احتمال ثوران فساد ہو'' فان الفتنة اکبر من القتل۔'' [فتاویٰ رضویہ قدیم ج۹،ص۱۰۲]

دیور، بہنوئی اور خالہ زاد بھائی سے پردہ:

آج کل سالیوں کا اپنے بہنوئی اور بہنوئی کے بھائیوں کے ساتھ، یوں ہی اپنے چچا، خالو، ماموں، پھوپھا کے لڑکوں کے ساتھ لہو ولعب اور ہنسی مذاق عام بات ہے جسے نہ لڑکے کے والدین ننگ و عار سمجھتے ہیں اور نہ ہی لڑکی کے والدین، حالانکہ اسلام میں اس کی سختی سے ممانعت و مذمت آئی ہے، اسی طرح ہنسی مذاق جو آج کل رائج ہے اسلام اس کی ہر گز اجازت نہیں دیتا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

> ''جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھوپھا، خالو، چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد، بھائی یہ سب لوگ عورت کے لیے محض اجنبی ہیں بلکہ ان کا ضرر نرے بے گانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھا سکتی، اور اُن (جیٹھ، دیور وغیرہ) سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے ولہٰذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا ایک انصاری صحابی نے عرض کی یارسول اللہ جیٹھ، دیور کے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''الحمو الموت'' جیٹھ، دیور تو موت ہیں۔'' [فتاویٰ رضویہ قدیم ج۹،ص۱۹۶]

حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا:

بعض علاقوں میں لوگ اتنا مہر مقرر کر دیتے ہیں کہ کبھی ادا کرنے کا تصور ہی نہیں ہوتا ہے چنانچہ کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ جتنا چاہے مہر باندھو دینا تو کچھ نہیں، یا بعد میں معاف کرالیں گے، اس مناسبت سے یہ محاورہ بے جانہ ہوگا ''مد رجلیك علی قدر بساطك ''، یعنی جتنی چادر ہو اتنا ہی پیر پھیلاؤ۔ شریعت اسلامیہ میں مہر اتنا ہی مقرر کرنا

چاہیے جتنے کی استطاعت ہو زیادتی مہر بنیتِ تفاخر ہو تو حرام ہے اور نہ دینے کی نیت ہو تو اور سخت حرام اور یہ حرام بدکاری (زنا) کے برابر ہے، امام اہل سنت امام احمد رضا کے در بار میں دور حاضر کی اس بے راہ روی کے متعلق جب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''نکاح میں (تو) کوئی نقص نہیں مگر ایسا خیال عنداللہ سخت قبیح و شنیع ہے یہاں تک کہ حدیث میں ارشاد ہوا جو مرد وعورت نکاح کریں اور مہر کے دینے لینے کی نیت نہ رکھیں یعنی اسے دَین نہ سمجھیں وہ روز قیامت زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔'' [فتاویٰ رضویہ ق ج۵، ص۵۰۹]

کندھوں سے دراز زلف رکھنا:

آج کل بعض نوجوان فیشن کے طور پر بڑے بڑے بال رکھتے ہیں اور بعض حضرات جو اپنے کو صوفی کہتے ہیں اور علم شریعت سے کچھ بھی واقف نہیں وہ بھی کندھوں سے بھی زیادہ رکھتے ہیں، ان سے جب کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ صوفیوں کا طریقہ ہے۔ جب کہ صوفیوں کا کوئی بھی طریقہ شریعت سے جدا نہیں ہے اور جو جدا مانتے ہیں وہ صوفی نہیں بلکہ گمراہ ہیں حدیث پاک میں:"المتعبد بغير الفقه كالحمار فی الطاحون" (بغیر علم شریعت کے عابد ایسا ہے جیسا کہ چکی کا گدھا)

امام مالک فرماتے ہیں کہ:''من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق"

ترجمہ: جس نے علم شریعت حاصل کیا مگر اس پر عمل نہیں کیا تو فاسق ٹھہرا اور جس نے تصوف کی راہ لی اور علم شریعت حاصل نہیں کیا یقیناً زندیق یعنی گمراہ ٹھہرا اور جس نے علم اور عمل دونوں کو جمع کیا حقیقت میں حق تک وہی پہنچا۔

نصف کان سے کندھوں تک بال بڑھانا جائز ہے اور اس سے زیادہ مرد کو حرام ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی سے کندھوں سے زیادہ بال رکھنے کے متعلق سوال ہوا تو آپ لکھتے ہیں:

''ہاں نصف کان سے کندھوں تک بڑھانا شرعاً جائز ہے

اور اس سے زیادہ بڑھانا مرد کو حرام ہے۔ خواہ فقرا ہوں خواہ دنیا دار
احکام شرع سب پر یکساں ہیں زیادہ میں عورتوں سے تشبہ ہے اور صحیح
حدیث میں لعنت فرمائی ہے اس مرد پر جو عورت کی وضع بنائے اور
اس عورت پر جو مرد کی وضع بنائے اگر چہ وہ وضع بنانا ایک ہی بات
میں ہو۔ جو لوگ چوٹی گندھواتے یا جوڑا باندھتے یا کمر یا سینہ کے قریب
تک بال بڑھاتے ہیں وہ شرعاً فاسق معلن ہیں اور فاسق معلن کے پیچھے
نماز مکروہ تحریمی ہے یعنی ان نمازوں کا پھیرنا واجب اگر چہ پڑھے ہوئے
دس برس گزر گئے ہوں، اور یہ خیال کہ باطن صاف ہونا چاہیے ظاہر کیسا
ہی ہو محض باطل ہے۔ حدیث میں فرمایا کہ اس کا دل ٹھیک ہوتا تو ظاہر
اپنے آپ ٹھیک ہو جاتا۔'' [فتاوی رضویہ جدید ج۱۶،ص۴۳۰]

الملفوظ میں ایک جگہ ہے کہ:

''مرد کو چوٹی رکھنا حرام ہے'' اگر چہ کچھ فقیر رکھتے ہیں
کیوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایسے
مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو
مردوں سے مشابہت کریں۔'' [الملفوظ حصہ دوم،ص۲۲۶]

انگریزی طرز پر بال رکھنا خلاف شرع ہے:

آج کل مغربی تہذیب (culture) مسلمانوں میں بہت تیزی سے پھیلتی جا
رہی ہے لوگ اخلاق و کردار میں نہ صرف ان کی نقالی کر رہے ہیں بلکہ باقاعدہ اس کو
اپناتے بھی جا رہے ہیں حد تو یہ ہے کہ لوگ مغربی تہذیب سے مشابہت کو فیشن سمجھتے ہیں،
مغربی تہذیب کی ایک مثال انگریزی طرز پر بال رکھنا بھی ہے جو آجکل صرف جوان ہی
نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس کے خوگر ہوتے جا رہے ہیں جبکہ مسلمانوں کے
لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسوۂ حسنہ کے علاوہ
کوئی بھی طریقہ نہ قابل تقلید نہ لائق عمل ہے۔

بال رکھنے کے سلسلہ میں سنت نبوی یہ ہے کہ پورے سر پر بال رکھے جائیں یا

سب کے سب منڈوا دیئے جائیں یا مساوی طور پر کٹوا دیئے جائیں، کچھ حصہ منڈانا اور کچھ حصہ میں بال رکھنا، یا چھوٹے بڑے اتار چڑھاؤ بال رکھنا جو آج کل فیشن ہے یہ خلافِ سنت ہے، نصاریٰ، فُسّاق اور فجار کی ہیئت سے مشابہت ہے جو کہ سخت شنیع و ممنوع ہے۔

چناں چہ حدیث پاک میں ہے کہ:

"عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم رأی صبیا قد حلق بعض راسه و ترك بعضه فنهاهم عن ذٰلك و قال احلقوا كله او اتركوا كله"

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ مونڈ دیا گیا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا تو انہیں اس سے منع فرمایا اور فرمایا کل سر مونڈ دو یا کل چھوڑ دو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''انگریزی بال رکھنا مکروہ وخلافِ سنت ووضع فساق ہے ممنوع ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۳، ص ۱۰۰]

مسجد میں دنیاوی باتوں کا حکم:

جہاں بہت سی خرابیاں مسلم معاشرہ میں پیدا ہوگئی ہیں، وہیں ایک بڑی خرابی یہ پیدا ہوگئی ہے کہ آج کل لوگ مسجدوں میں باہم جمع ہوکر دنیاوی باتوں میں مشغول ہوجاتے ہیں جب کہ یہ جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں

:''مسجد میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا، نیکیوں کو کھاتا ہے، جیسے آگ لکڑی کو، فتح القدیر میں ہے "الکلام المباح فیه مکروه یأکل الحسنات ''مسجد میں کلام مباح بھی مکروہ ہے اور وہ نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ اشباہ میں ہے ''انه یأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب" بے شک وہ نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ امام ابوعبداللہ نسفی نے مدارک شریف میں حدیث نقل کی ہے کہ ''الحدیث فی المسجد یأکل الحسنات کما تأکل البهیمة الحشیش" مسجد میں دنیا کی

بات نیکیوں کو اس طرح کھاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔غمز العیون میں خزانۃ الفقہ سے ہے"من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا احبط اللہ تعالی عنہ اربعین سنۃ" جومسجد میں دنیا کی بات کرے،اللہ تعالی اسکے چالیس برس کے عمل اکارت فرمادے۔"

پھر آگے ارشاد فرماتے ہیں:

"جولوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے مونھ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔سبحان اللہ جب مباح و جائز بات بلا ضرورت شرعیہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں،تو حرام و نا جائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا۔" [فتاوی رضویہ قدیم ج۶،ص ۴۰۲/۴۰۳]

غیر مسلموں کے تہوار اور میلوں میں شریک ہونا اور خوشیاں منانا:

آج کل رفتہ رفتہ اہل ایمان کے دلوں سے اسلامی اقدار کی تعظیم وتوقیر اور ادب واحترام کم ہوتا جارہا ہے، مذہبی تشخص میں دن بدن نرمی پیدا ہوتی جارہی ہے، جابجا دیکھا گیا کہ مسلمان کہلانے والے غیر مسلمانوں کے میلوں میں جانے لگے ہیں کبھی تفریح کے نام پر تو کبھی تجارت و دوکان داری کے نام پر جبکہ ان کا میلہ سینکڑوں منکرات کا مجموعہ اور لعنت خداوندی کے نزول کا مرکز ہوتا ہے ایسی جگہ جانا اسلامی اقدار کے سخت خلاف اور ناجائز وممنوع ہے اور اگر اسے اچھا جانے یا تحسین کرے تو صریح کفر ہے، امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حوالے سے کامل رہنمائی فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ان (ہنود) کا میلہ دیکھنے کے لیے جانا مطلقا ناجائز ہے، اگر ان کا مذہبی میلہ ہے جس میں وہ اپنا کفر وشرک کریں گے کفر کی آوازوں سے چلائیں گے جب تو ظاہر ہے اور یہ صورت سخت حرام منجملہ کبائر ہے پھر بھی کفر نہیں اگر کفری باتوں سے نافر (نفرت

کرنے والا) ہے، ہاں معاذ اللہ ان میں سے کسی بات کو پسند کرے یا
ہلکا جانے تو آپ ہی کافر ہے اس صورت میں عورت نکاح سے نکل
جائے گی اور یہ اسلام سے، ورنہ فاسق ہے اور فسق سے نکاح نہیں
جاتا پھر بھی وعید شدید ہے اور کفریات کو تماشا بنانا ضلال بعید ہے،
حدیث میں ہے: "من کثر سواد قوم فھو منھم و من رضی
عمل قوم کان شریك من عمل بہ" یعنی جو کسی قوم کا جتھا
بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے اور جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے وہ
اس کام کرنے والوں کا شریک ہے۔ اور اگر مذہبی میلہ نہیں لہو ولعب
کا ہے جب بھی ناممکن کہ منکرات وقبائح سے خالی ہو اور منکرات کا
تماشا بنانا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے: "کرہ کل لھو والاطلاق
شامل لنفس الفعل واستماعہ" یعنی ہر کھیل مکروہ یعنی ناپسندیدہ
کام ہے اور اس کو مطلق (بغیر کسی قید) ذکر کرنا اس کے کرنے اور
سننے دونوں کو شامل ہے، طحطاوی صدر کتاب بیان علوم محرمہ ذکر شعبدہ
میں ہے: "یظھر من ذلك حرمۃ التفرج علیھم لان الفرجۃ
علی المحرم حرام" یعنی اس سے کھیل (تماشا) پر خوشی منانے کی
حرمت ظاہر ہوتی ہے کیوں کہ کسی حرام کام پر خوشی منانا بھی حرام
ہے۔ یعنی شعبدہ باز بھان متی بازیگر کے افعال حرام ہیں اور اس کا
تماشا دیکھنا بھی حرام ہے کہ حرام کو تماشا بنانا حرام ہے خصوصا اگر
کافروں کی کسی شیطانی خرافات کو اچھا جانا تو آفت اشد ہے اور اس
وقت تجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح کا حکم کیا جائے گا۔

غمز العیون میں ہے: "اتفق مشائخنا ان من رائ امر
الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترك الکلام
عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترك المضاجعۃ
عندھم حال الحیض حسن فھو کافر"

ترجمہ: ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ کافر ہو گیا، انھوں نے یہاں تک شدت اختیار فرمائی کہ اگر کسی شخص نے (آتش پرستوں کے بارے میں) کہا کہ ان کا طعام کھانے کے وقت خاموش رہنا اچھی بات ہے، اور اسی طرح ایامِ ماہواری میں عورت کے پاس نہ لیٹنا، عمدہ بات ہے، تو وہ کافر ہے۔ (یعنی اہلِ کفر کی بات کو بھی اچھا کہنا یا سمجھنا خالص اسلام میں موجبِ کفر ہے)

اور اگر تجارت کے لیے جائے تو اگر میلہ ان کے کفر وشرک کا ہے جانا ناجائز وممنوع ہے کہ اب وہ جگہ ان کا معبد ہے اور معبد کفار میں جانا گناہ اور اگر لہو ولعب کا ہے اور خود اس سے بچے نہ اس میں شریک ہو نہ اسے دیکھے نہ وہ چیزیں بیچے جو ان کے لہو ولعب ممنوع کی ہوں تو جائز ہے پھر بھی مناسب نہیں کہ ان کا مجمع ہر وقت محل لعنت ہے تو اس سے دوری ہی میں خیر وسلامت ہے ولہذا علما نے فرمایا کہ ان کے محلّہ میں ہو کر نکلے تو جلد لمکتا ہوا گزر جائے اور اگر خود شریک ہو یا تماشا دیکھے یا ان کے لہو ممنوع کی چیزیں بیچے تو آپ ہی گناہ وناجائز ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۱، ص ۱۵۷-۱۶۰ ملخصاً]

غیر مسلموں کے تہوار کے موقع پر انہیں مبارکباد دینا:

بعض مسلم، غیر مسلموں کو ان کے تہوار کے موقع پر گفٹ (تحفہ) دیتے ہیں اور مبارک باد بھی جب کہ دیوالی ہو یا ہولی، گن پتی ہو یا دسہرا وغیرہ یہ سب غیر مسلموں کا مذہبی تہوار ہے غیر مسلم کے مذہبی تہوار کے موقعوں پر مبارکبادی پیش کرنا جیسے (Happy Diwali) کہنا حرام اشد حرام ہے بلکہ کفر کی طرف لے جانے والا شنیع اور قبیح عمل ہے اگر چہ رسماً دکھاوا ہی کیوں نہ ہو۔ شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی خدمت میں دیوالی وہولی کے موقعے پر مبارک بادی دینے سے متعلق سوال ہوا تو اس کے جواب میں آپ

لکھتے ہیں کہ:

''ان مشرکانہ مذہبی تیوہاروں پر ہندؤں کو مبارک باد دینا اشد حرام بلکہ منجر الی الکفر (کفر تک پہنچانے والا عمل) ہے جو مسلمان ایسا کرتے ہیں ان پر توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور اس پر پیسہ لینا بھی حرام وگناہ۔ عالمگیری میں ان باتوں کے بیان میں ہے: وبخروجه الى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم (الى ان قال) وباهدائه ذلك اليوم للمشركين ولو بيضة تعظيما لذلك اليوم۔ ترجمہ: اور مجوسیوں کے تہوار نوروز میں شریک ہونے اور اس دن کے مشرکانہ افعال میں ان کی موافقت کرنے کی وجہ سے (مزید فرمایا) اور اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے مشرکین کو اس دن تحفہ دینے کی وجہ سے (مسلمان کافر ہو جاتا ہے) اگر چہ تحفہ میں ایک انڈا ہی دے۔ اور ظاہر ہے کہ مبارکباد دینا ہدیہ دینے سے کم نہیں۔'' [فتاویٰ شارح بخاری، ج۲، ص۵٦٦]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سختی سے منع فرمایا اور کہا کہ ان سب مواقع پر مبارک باد دینا حرام اشد حرام بلکہ منجر الی الکفر ہے اور اس کی تحسین (اچھا سمجھنا) صریح کفر ہے فرماتے ہیں کہ:

> ''مشرکین کے تہوار کی خوشی منانا (مبارکباد دینا) ایسے افعالِ ملعونہ میں شرکت کرنا، معصیتِ قطعیہ ہے اور معصیتِ قطعیہ کا استحلال (کسی حرام کام کو حلال سمجھنا) کفر ہے۔ اور جنھوں نے ان افعال کو ملعون وشنیع ہی جانا اور انھیں برا جان کر اپنی شیطانی مصلحت کے خیال سے شرکت کی ان کے قلب کا حال اللہ عز وجل جانتا ہے مرتکب کبائر ہوئے مستحق عذاب نار ہوئے سزاوار لعنت ہوئے مگر عنداللہ کافر نہ ہوئے لیکن شرع ظاہر پر حکم فرماتی ہے حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''من تشبه بقوم فهو منهم۔'' ترجمہ: جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے گا وہ انھیں میں سے ہے دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''من كثر سواد قوم فهو منهم'' ترجمہ: جو کسی قوم کی جماعت بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔ ان پر توبہ او رتجدید اسلام فرض ہے تائب ہوں اور نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر اپنی عورتوں سے نکاح دوبارہ کریں۔'' [فتاویٰ رضویہ مترجم ج۲۱، ص۱٦۷]

اسی میں غمز العیون کے حوالے سے ہے: ''من استحسن فعلا

من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ" ترجمہ: جس (بدنصیب) نے کفار کے افعال میں سے کسی فعل کو اچھا سمجھا (اور اس کی تحسین کی) تو وہ مشائخ کے اتفاق سے کافر ہو گیا۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم ج۲۱،ص۱۶۶]

بیوی کا دودھ شوہر کے منہ میں چلا جائے تو کیا حکم:

سماج میں یہ بات بری سمجھی جاتی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پستان میں منہ لگائے جب کہ دوران ملاعبت منہ لگانا جائز ہی نہیں بلکہ نیت حسن ہو تو مستحق اجر بھی ہے البتہ قصداً بیوی کا دودھ پینا ناجائز وحرام ہے لیکن نکاح میں کچھ خلل نہ آئے گا بلکہ نکاح بدستور باقی رہے گا، اور ایسی عورت جسے بکثرت دودھ آتا ہو اور شوہر کو یہ خدشہ ہو کہ اگر پستان منہ میں لے گا تو دودھ حلق تک پہنچ جائے گا تو اس صورت میں پستان کو منہ میں لینا مکروہ ہے۔ اور اگر پستان منہ میں لیتے وقت اتنی احتیاط برتنے پر قادر ہو کہ دودھ حلق تک نہ پہنچے تو حرج نہیں۔ کہ رضاعت کی مدت دو سال ہے اس کے بعد ڈھائی سال تک اگرچہ پلانا حرام ہے لیکن اس سے بھی نکاح کی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ ڈھائی سال کی عمر کے بعد بچے کا دودھ پینا اور عورت کا پلانا اگرچہ حرام ہے مگر اس سے نکاح کی حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

> "مرد کو اپنی بی بی سے تمتع حلال ہے جس طرح چاہے اس کے سر سے پاؤں تک جہاں سے چاہے لطف اٹھائے مگر وہ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ تقبیل (بوسہ) مسنون ومستحب ہے اگر بہ نیت صالحہ ہو اس پر ماجور ہو اور چھاتی کا منھ میں دبانا بھی ایسا ہی ہے اگر ذات لبن یعنی دودھ والی نہ ہو" اور اگر ذات لبن یعنی دودھ والی ہو اور اس کا لحاظ رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ اس کے حلق تک نہ پہنچے تو حرج نہیں ہاں اگر دودھ قصداً کچھ پیئے گا تو یہ حرام ہے اور اگر بہت زیادہ دودھ والی ہو اور اسے یہ ڈر ہو کہ اگر چھاتی منہ میں لے گا تو دودھ حلق تک پہنچ جائے گا تو اس صورت میں مکروہ ہے،" و امـا مـص ثديهـا

فکذلك (ای مسنون و مستحب یؤجر علیه ان کان بنیة صالحة) ان لم تکن ذات لبن وان کانت احترس من دخول اللبن حلقه فلابأس به وان شرب شیئاً منه قصداً فهو حرام و ان کانت غزیرة اللبن وخشی ان لو مص ثدیها یدخل اللبن فی حلقه فالمص مکروه۔" [فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۵، ص ۵٦۸]

شوہر کا بیوی کے پستان کو منہ میں لینے کے متعلق ایک اور جگہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''شوہر کا اپنی زوجہ کا پستان اپنے منھ میں لینا جائز ہے بلکہ اگر نیت محمود ہو تو امید اجر ہے جیسا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باہم زوجین میں مسِ شرم گاہ یک دگر کو فرمایا ارجو انهما یوجران علیه میں امید کرتا ہوں کہ وہ دونوں اس پر اجر دیئے جائیں گے اصل یہ ہے کہ شرع مطہر کو جس طرح اپنی حرام فرمائی ہوئی چیز یعنی زنا کے دواعی مبغوض ہیں ویسے ہی اپنی حلال کی ہوئی چیز یعنی جماع زوجہ کے دواعی محبوب ہیں ہاں اگر عورت شیر دار ہو تو ایسا چوسنا نہ چاہیے جس سے دودھ حلق میں چلا جائے اور اگر منہ میں آجائے اور حلق میں نہ جانے دے تو مضائقہ نہیں کہ شیر زن حرام ہے نجس نہیں۔''

[فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۹، نصف آخر، ص ۲۷/۳۷]

سالی سے بدکاری کے سبب بیوی کے نکاح کا حکم:

معاشرہ میں جب کوئی سالی سے بدکاری کر لیتا ہے تو دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ جب کہ ایسا نہیں ہے ہاں فعل بد (زنا کاری) ضرور حرام اشد حرام ہے اس کا مرتکب سخت عذاب الٰہی کا مستحق ہے، اسلامی حکومت میں غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے لگانا ہے۔

قرآن کریم میں ہے: "الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة" (النور: آیت ۲)

ترجمہ: جوعورت بدکار ہواور جو مرد تو ان میں ہر ایک کوسو کوڑے لگاؤ۔ (کنز الایمان) لیکن سالی سے محض نکاح کرنے یا زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی ہے نکاح بدستور باقی رہتا ہے ہاں نکاح کے بعد وطی کرلے، یا بیوی سمجھ کر سالی سے وطی کرے تو بیوی حرام ہوجائے گی جب تک کہ سالی عدت نہ گزار لے۔

امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں:

''زنا تو ہرحال حرام ہی ہے مگر سالی سے نکاح یا زنا کرنے سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی، نہ آیت کا یہ مطلب ہے نہ سالی سے زنا کے سبب زوجہ سے جماع حرام ہو، درمختار میں ہے: "في الخلاصة وطي اخت امرأته لاتحرم عليه امرأته" 'نہ سالی کے ساتھ فقط نکاح کرنے سے جماع زوجہ ممنوع ہوجائے جب تک سالی سے جماع واقع نہ ہو، ہاں اگر بعد نکاح سالی سے جماع کرلیا تو اب زوجہ سے بھی جماع حرام ہو گیا یہاں تک کہ سالی کو چھوڑ دے اور اس کی عدت گزر جائے اس وقت زوجہ سے جماع جائز ہوگا یوں ہی اگر بے نکاح سالی سے جماع کیا مگر دیدہ و دانستہ زنا نہ کیا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے جماع واقع ہوا تو بھی زوجہ سے جماع حرام ہوگیا جب تک اس جماع شبہہ کے سبب سالی پر جو عدت لازم آئی ہے ختم نہ ہوجائے۔'' [فتاویٰ رضویہ قدیم ج۵،ص۲۲۱]

کسی گناہ پر مجرم سے جرمانہ وصول کرنا:

مذہب حنفی میں مالی جرمانہ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شرح معانی الآثار کے حوالہ سے ردالمحتار ج:۶،ص۱۰۶ میں ہے:

"التعزير بالمال كان في ابتداء الاسلام ثم نسخ"

لہٰذا زنا یا کسی اور گناہ کے سزا کے طور پر مالی جرمانہ وصول کرنا حرام ہے۔ البتہ تعزیر بالمال بایں معنٰی کہ بادشاہِ اسلام زجر و توبیخ کے طور پر سزاوار کا مال ایک مدتِ متعینہ

کے لیے اس نیت سے لے کہ بعد میں واپس کردے گا اپنے ذات یا بیت المال کی نیت سے نہ لے تو ایسا کرنا امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔ طرفین اور ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ اس سے بھی سزاوار پر ظلم کا وہم ہوتا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ کسی مسلمان کا مال بغیر سبب شرعی کے لینا جائز نہیں۔ [ملخصا ہندیہ ۲/ ۱۸۵]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''مالی جرمانہ لینا حرام ہے۔'' اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ''جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔'' کما حققه الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ و المسئلة فی الدر المختار وغیره۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱۳، ص ۵۰۵]

اپنی حیات میں بیٹوں کو کچھ دینا اور بیٹیوں کو نہ دینا خلاف شرع ہے:

عام طور پر باپ بیٹوں کو دینے میں تو مساوات کا خیال رکھتا ہے لیکن بیٹیوں کو دینے میں نظر انداز کر دیتا ہے جب کہ اپنی حیات میں اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو کچھ دینا چاہتا ہے تو افضل یہ ہے کہ بیٹا، بیٹی سب کو برابر دے یا پھر جتنا بیٹا کو دیا ہے کم از کم اس کا آدھا ضرور بیٹی کو دے۔

چناں چہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''زندگی میں جو اولاد پر تقسیم کی جائے اس میں بیٹا بیٹی دونوں کو برابر رکھے جاتے ہیں اکہرے دوہرے کا تفاوت بعد موت ہے لیکن اگر بیٹی کو بیٹے کا آدھا دیتا ہے جب بھی جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے''۔ اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''مذہب مفتی بہ پر افضل یہی کہ بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر دے یہی قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے اور للذکر مثل حظ الانثیین دینا بھی جیسا کہ قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے ممنوع و ناجائز نہیں اگرچہ ترک اولیٰ ہے۔''

[فتاوی رضویہ قدیم ۸/ ۵۹]

مزارات پر عورتوں کی حاضری:

عام طور پر جو عورتیں مزارات پر جاتی ہیں، شرعی اعتبار سے تو دور سماجی اعتبار سے بھی معیوب نہیں سمجھتی ہیں جب کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا ہی سببِ فتنہ ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب عورتوں کے گھروں سے نکلنے میں فتنے کا اندیشہ ہوا تو آپ نے عورتوں کو گھر سے نکلنے سے منع فرما دیا۔ بخاری شریف میں ہے ''کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اس ممانعت کی شکایت پہنچی، تو ارشاد فرمایا اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے''۔ یہ زمانہ تو شدید فتنوں کا ہے اس لیے عورتوں پر لازم ہے کہ وہ نہ مزارات پر جائیں اور نہ ہی بلا ضرورتِ شرعی گھر سے باہر نکلیں، ضرورت ہو تو حجاب شرعی کے دائرے میں رہ کر باہر جا سکتی ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس موضوع پر مستقل رسالہ تحریر فرمایا اور فرمایا کہ عورتوں کے گھروں سے نکلنے میں بے شمار فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے چناں چہ اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ایک جگہ، امام شعبی کی ایک عبارت نقل فرماتے ہیں کہ ''امام قاضی سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:

> ''ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے، تو سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں جب قبر تک پہونچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔'' [فتاوی رضویہ قدیم ۴/۱۷۳]

الملفوظ میں ہے:

> ''یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزاروں پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پُوچھو اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ

کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ (فرشتے) لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' [الملفوظ ج دوم ص ۱۵۰]

مزارات کو سجدہ کرنا:

اولیائے کرام اللہ کے دوست اور اپنے رب کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں، ان کے آستانے رحمت الٰہی کا سرچشمہ اور انوار خداوندی کا منبع ہیں، یہاں سے انوار و تجلیات کی سوغات اور قبولیت دعا کی خیرات ملتی ہے، ان پاک دروں سے طالبین و مخلصین کو دین و دنیا کی بھلائی کی دولت لازوال حاصل ہوتی ہے مگر ان رحمتوں کے سزاوار بننے کے لیے باریابی کے آداب ملحوظ رکھنا شرط ہے، آج کل زیارت قبور کا ہمارا غیر محتاط طریقہ کسی سے مخفی نہیں، کوئی مزار کو سجدہ کررہا ہے تو کوئی اس کا طواف (پھیرا) کررہا ہے جو یقیناً معمولات اہل سنت کے خلاف اور محرومیٔ برکات کا سبب ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ حاضری کے آداب تعلیم فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز با ادب سلام عرض کرے السلام علیك یا سیدی و رحمة الله و برکاته، پھر درود غوثیہ تین بار الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورہ یٰسین اور سورہ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا، پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لیے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اسی طرح سلام کر کے واپس آئے مزار کو نہ ہاتھ لگائے، نہ بوسہ دے، اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔''

[فتاوی رضویہ قدیم ج ۴، ص ۲۱۲]

قبروں پر چلنا اور اسے ہموار کرنا:

بعض علاقوں میں دیکھا گیا ہے کہ قبرستان کو اپنے گھروں کی طرح استعمال کرتے ہیں، قبروں پر چلتے ہیں، اور ضرورت پڑی تو قبروں کو منہدم بھی کر دیتے ہیں جبکہ شریعت میں اس کی ہرگز اجازت نہیں کہ قبرستان کو ذاتی مکان کی طرح استعمال کرنے یا قبروں پر چلنے اور قبروں کو منہدم کرنے سے صاحب قبر کو اذیت ہوتی ہے۔ امام احمد رضا نے سختی سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسلامی سلطنت میں ایسے شخص کی سزا قتل بھی ہے۔

امام احمد رضا حدیقہ ندیہ کے حوالہ سے فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

"التراب الذی علیه حق المیت فلا یجوزان یوطء"

ترجمہ: اس پر کی مٹی حق میت ہے تو اس پر چلنا جائز نہیں۔

ردالمحتار میں ہے: "لان المیت یتأذی بما یتأذی به الحی والظاهر انها تحریمه لانهم نصوا علی ان المرور فی سکة حادثة فیها حرام فهذا اولی"

ترجمہ: اس لیے کہ مردے کو بھی اس چیز سے اذیت ہوتی ہے جس سے زندے کو اذیت ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان کی اندرنو پیدراستے سے گزرنا حرام ہے تو یہ بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم ۹، ص ۴۱۰]

اسی میں ہے:

"مسلمان کی قبر کو کھودنا تو نہایت سخت شدید جرم ہے اسلامی سلطنت ہوتو ایسا شخص سخت تعزیر کا مستحق ہے یہاں تک کہ سلطان اسلام کی اگر رائے ہوتو جو ایسی حرکات کا مرتکب ہوا کرتا ہو اسے سزائے قتل دے سکتا ہے۔ اسی میں دوسری جگہ ہے "اس میں جو قبور تھیں انہیں منہدم و ہموار کر کے ان پر چلنا پھرنا سب ناجائز۔" [فتاویٰ رضویہ قدیم ج ٦، ص ۳۴۰]

یہاں تک کہ قبروں کے پاس جا کر دعا اور ذکر واذکار کی اجازت اس شرط پر جائز ہے کہ دیگر قبور پر چلنا نہ ہو اور دیگر قبروں پر چلنا ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں۔قبروں کی بے حرمتی منع ہے اس پر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مختلف احادیث پیش فرمائی۔

حدیث پاک میں ہے کہ مسلمان کو مرنے کے بعد تکلیف دینا ایسا ہے جیسے حیات میں تکلیف دینا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"کسر عظم المیت یؤذیه فی قبره ما یؤذیه فی بیته وقال عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه اذی المومن فی موته کاذاه فی حیاته و عن عمارة بن حزم رضی الله تعالیٰ عنه قال رانی رسول الله ﷺ جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر"

ترجمہ: مردے کی ہڈیاں توڑنا اور اسے ایذا دینا ایسا ہی ہے جیسے زندے کی ہڈی توڑنا۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: میت کو قبر کے اندر بھی اس چیز سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر کے اندر ایذا ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بحالت وفات مومن کو ایذا دینا ایسے ہے جیسے اسے زندگی میں ایذا دینا۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر سے لگنے والے قبر سے اتر جا صاحب قبر کو ایذا نہ دے۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم ج۹، ص۴۱۱]

اور ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لان امشی علی جمرة او سیف احب الی من ان امشی علی القبر۔" ترجمہ: مجھے آگ یا تلوار پر چلنا قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم ج۹، ص۴۱۱]

شادی بیاہ کے موقع پر غیر شرعی رسومات:

شادی ایک پاکیزہ عمل اور باعث برکت کام ہے، مرد وعورت کے درمیان الفت ومحبت کا اس سے بڑھ کر پسندیدہ کوئی عمل نہیں، شادی سے انسان اخلاقی، معاشرتی اور ایمانی طہارت و پاکیزگی حاصل کرتا ہے، نیک بیوی انسان کی بہت بڑی سعادت مندی اور دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کا سبب ہے، اسی لیے شادی کو عام زبان میں ''شادی خانہ آبادی'' کہا جاتا ہے مگر یہ ساری برکتیں اسلامی اصولوں کے مطابق شادی کرنے پر مبنی ہیں، اسلامی اصولوں کی پاسداری کے بغیر ہرگز شادی خانہ آبادی نہیں ہوسکتی، شادی بیاہ میں اسلامی ہدایات پر عمل نہ کرنا ''شادی'' خانہ بربادی کا پیش خیمہ ہے، آج ہمارے سماج میں میاں بیوی کے مابین جو خانہ جنگی، ساس بہو اور باپ بیٹے میں ناچاقیاں اور ناخوش گوار حالات ہیں یہ سب ہماری کوتاہیوں اور اسلامی اصول وآداب سے پہلو تہی کا ہی نتیجہ ہے، لہٰذا ہر مسلم گھرانے کو چاہیے کہ دیگر کاموں کی طرح اس نیک کام کو بھی اسلامی اصولوں کے مطابق انجام دینے کی کوشش کریں تاکہ دینی و دنیاوی ہر قسم کی برکتوں سے شادکام ہوں۔ شادی بیاہ میں گانے باجے، ڈھول تاشے اور بے حیائی اور بے پردگی وغیرہ کثیر بدعات وخرافات پائے جاتے ہیں جو شرعا ناجائز وممنوع ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

> ''یہ گانے بجانے کہ ان بلاد میں معمول ورائج ہیں بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں خصوصاً وہ ناپاک وملعون رسم کہ بہت خرانِ بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود ملاعین بے بہبود سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین وحاضرات کو لچھے دار سنانا، سمدھیانہ کی عفیف و پاکدامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرنا کرانا خصوصا اس ملعون و بے حیا رسم کا مجمع زناں میں ہونا، ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا، قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بد لحاظیاں سکھانا، بے حیا، بے غیرت، خبیث، بے حمیت مردوں کا اس شُہدہ پن کو جائز رکھنا کبھی برائے نام لوگوں کو دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا،

مگر بندوبست قطعی نہ کرنا، یہ وہ شنیع، گندی اور مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں، اِس کے کرنے والے اس پر راضی ہونے والے، اپنے یہاں اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاسق فاجر، مرتکب کبائر، مستحق غضب جبار وعذاب نار ہیں، والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں، اور اگر نادانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو تو سب مسلمان مردوں عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی جورو، بیٹی، ماں، بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے والعیاذ باللہ رب العالمین۔'' [فتاویٰ رضویہ مترجم ج:۲۳،ص۲۸۰]

شادی کے لیے سودی قرض لینا حرام ہے:

آج کل شادی بیاہ میں اس قدر غیر ضروری رسومات شامل ہو چکی ہیں کہ ایک متوسط طبقہ کا اپنی حلال کمائی سے اسے پورے کرنا انتہائی مشکل اور دشوار ہو گیا ہے اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو پریوار متوسط طبقہ سے نیچے زندگی گزارتا ہو وہ مروجہ شادی بیاہ کے رسوم کیسے پورے کرے گا، اگرچہ اسلام اس نازک حالت میں بھی ہمیں عین فطرت انسانی کے مطابق رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ اسلام نفس شادی میں اس قسم کے رسم ورواج پورے کرنے کا ہمیں مکلّف نہیں کرتا مگر اس کے باوجود ہم اس قدر بے توفیق ہو جاتے ہیں کہ اسلامی ہدایات کو پس پشت ڈال کر شہرت وناموری کے لیے اپنی حیثیت کا خیال نہ کر کے موٹے موٹے سودی قرض لے کر ہر قسم کے رسم ورواج کو پورے کرنے کے لیے نہ صرف آمادہ ہو جاتے ہیں بلکہ سود جیسے قبیح وشنیع اور موجب لعنت کام کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور پھر عرصہ دراز تک قرض کے بوجھ سے لدے رہتے ہیں جبکہ شرعاً اس قسم کے کاموں کے لیے سودی قرض لینا حرام اور گناہ کا کام ہے، اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے

ہیں:

''فاتحۂ سوم یا لڑکی کی شادی کے لیے سودی قرض لینا حرام ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱۷،ص ۳۴۷]

کھانے میں عیب ظاہر کرنا منع ہے:

کھانے میں کسی قسم کی کمی و زیادتی مثلاً نمک، مرچ کا کم یا زیادہ ہونا، وغیرہ یہ باتیں ایسی ہیں جس کا اظہار خلاف سنت ہے۔ غیر ارادی طور پر کھانے والے کھانے کے دوران اس کا اظہار کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے بسا اوقات میزبان کو ندامت محسوس ہوتی ہے اور اس کی دل شکنی بھی ہو جاتی ہے۔ لہذا کھانے میں عیب کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، اس بارے میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فتاوے میں جا بجا کھانے کے اصول و آداب بیان فرماتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''کھانے میں عیب نکالنا اپنے گھر پر بھی نہ چاہیے، مکروہ و خلافِ سنت ہے، عادت کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمایا ورنہ نہیں اور پرائے گھر عیب نکالنا تو مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور کمال حرص و بے مروتی پر دلیل ہے۔ گھی کم ہے یا مزہ کا نہیں، یہ عیب نکالنا ہے اور اگر کوئی شے اسے مضر ہے اسے نہ کھانے کے عذر کے لیے اس کا اظہار کیا نہ کہ بطور طعن و عیب، مثلا اس میں مرچ زائد ہے میں اتنے مرچ کا عادی نہیں تو یہ عیب نکالنا نہیں اور اتنا بھی بے تکلفی خاص کی جگہ ہو اور اس کے سبب دعوت کنندہ کو اور تکلیف نہ کرنی پڑے، مثلاً دو قسم کا سالن ہے ایک میں مرچ زائد ہے اور یہ عادی نہیں تو اسے نہ کھائے اور وجہ پوچھی جائے بتا دے، اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے اب اگر نہیں کھاتا تو دعوت کنندہ کو اس کے لیے کچھ اور منگانا پڑے گا اسے ندامت ہوگی اور تنگدست ہے تو تکلیف ہوگی، ایسی حالت میں مروت یہ ہے کہ صبر کرے اور کھالے اور اپنی اذیت ظاہر نہ کرے۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۱،ص ۶۵۲]

سودی رقم لے کر دعوت کھلانا:

دعوت کرنا سنت ہے مگر اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ بہت سارے لوگوں کو مدعو کیا جائے اور انواع واقسام کی چیزوں کا اہتمام کیا جائے بلکہ وہی دعوت مشروع ہے جو اپنی حیثیت کے مطابق اور شرع کے موافق ہو اور مالی حیثیت اجازت نہ دے تو قرض لے کر دعوت کھلانے کا حکم نہیں، بعض حضرات تو اپنی حیثیت کے مطابق دعوت کرتے ہیں اور حسب استطاعت انتظام بھی کرتے ہیں مگر بعض حضرات جنھیں غربت و افلاس دعوت کھلانے کی اجازت نہیں دیتی وہ بھی دعوت کا اچھا خاصا انتظام کر لیتے ہیں جب کہ ان کے پاس پیسے نہیں ہوتے لیکن دعوت کھلانے کا شوق اتنا موجزن رہتا ہے کہ غربت کے باوجود قرض لے کر دعوت کھلانا اپنے لیے فرض عین سمجھتے ہیں، اور سود جیسی موجب لعنت چیز کا ارتکاب کر کے خود کو لعنت میں مبتلا کر لیتے ہیں، ایسے موقع پر شریعت کا فرمان بھول جاتے ہیں کہ سودی قرض لے کر دعوت کھلانا اور کھانا سب ناجائز وحرام ہے، امام احمد رضا فاضل بریلوی اس کی ہلاکت سے باخبر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''بے شک سود کھانے والے پر حدیث میں لعنت فرمائی ہے اور بے ضرورت ومجبوری شرعی جو سود دے سودی قرض لے اس پر بھی لعنت فرمائی، اور سودی قرض اس (دعوت) کے لیے لینا حرام و باعث لعنت ہے، اہل برادری کو معلوم ہو تو انھیں اس کھانے میں شرکت نہ چاہیے کہ انھیں کے لئے وہ اس گناہ کا مرتکب ہوا، اگر لوگ جانیں کہ سودی قرض لے کر جو کھانا کیا جائے برادری اسے نہ کھائے گی تو ہرگز ایسی حرکت نہ کریں۔'' [فتاوی رضویہ جدید ج١٦، ص٦٧]

تفاخر کی نیت سے کھانا کھلانا:

کھانا کھلانا نیک عمل اور باعث اجر وثواب ہے، حدیث شریف میں اس کی بے پناہ برکتوں اور سعادتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے لیکن یہ برکتیں اور فوائد اسی وقت حاصل ہوں گے جبکہ خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اور رضائے الٰہی کے لیے کھانا کھلایا جائے، بعض حضرات

احباب کوصرف اس لیے دعوت کرتے ہیں تا کہ سماج میں اسے بڑا سمجھا جائے، اس کی واہ واہی اور تعریف ہو جب کہ اس نیت سے دعوت کرنا بجائے باعث ثواب ہونے کے گناہ اورحرام ہے، امام احمد رضا قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

''یہ کھانا اگر ریا وتفاخر کی نیت سے ہے تو حرام ہے۔ اگر طعنہ بے جا سے بچنے کو ہے تو اسے مباح اور طعنہ دینے والوں، مجبور کرنے والوں کوحرام۔ الحدیث ((اقطع عنی لسانہ)) "وصرح العلماء باستثنائه من قاعدة ماحرم اخذه حرم اعطاؤه" اگران وجوہ سے پاک بطورصلہ رحم وسلوک حسنو شکر نعمت ومواسات جیران واحبا مواقع فرحت وسرور جائز شرعی میں ہوتو حسن ومستحب۔'' (و انما الأعمال بالنیات، وانما لکل امرء ما نویٰ)

[فتاوی رضویہ جدید ج۱۶، ص۶۳/۶۴]

بغیر دعوت کسی کے گھر جانا:

عام طور پر جب کسی بڑی شخصیت کی دعوت ہوتی ہے بلکہ کبھی عام شخص کی بھی دعوت ہوتی ہے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی دوست یا اس کا کوئی متعلق اس کے ساتھ شریک دعوت ہو جاتا ہے اور مہمان کی دل آزاری نہ ہو اس لیے میزبان اپنے چہرہ پر شکن ظاہر نہیں ہونے دیتا اور نہ ہی تنگ نظری کا احساس ہونے دیتا ہے جب کہ بسا اوقات میزبان کو کافی دشواری اور پریشانی لاحق ہوتی ہے خصوصا جبکہ میزبان تنگ دست اور کمزور ہو ہاں بعض میزبان واقع میں ایسے ہوتے ہیں جو مہمان طلب اور کشادہ قلب ہوتے ہیں جو مہمان کی آمد کو اپنے لیے باعث خیر و برکت تصور کرتے ہیں۔ لیکن کبھی ایسے اشخاص کے لیے بھی میزبانی کا امتحان ہو جاتا ہے۔ جب مہمانوں کے لیے موجودہ قیام وطعام کافی نہ ہو۔ تو اس مہمان کو چاہیے کہ کسی کے گھر بغیر اطلاع ہرگز نہ جائے اور نہ بغیر اطلاع کسی کو ساتھ لے جائے۔ احادیث مقدسہ میں مہمان کے واضح اصول وآداب موجود ہیں مگر اس بحر نا پیدا کنار میں غواصی کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، امام احمد رضا نے اسی بحر شریعت

سے چند ہدایتیں اور قیمتی آراء پیش کی ہیں جو نذر قارئین ہیں:

''بلا دعوت جو دعوت میں جائے اسے صحیح حدیث میں فرمایا:"دخل سارقا و خرج مغیرا" چور بن کر گیا اور لٹیرا ہو کر نکلا، خصوصا جب کہ دعوت عام نہ ہو تو معہود و معروف سے زائد آدمی لے جانا سخت ناجائز ہے مثلا جو لوگ عادی ہیں کہ بے آدمی کے ساتھ لیے ہوئے کہیں نہیں جاتے ان کی جو دعوت کرے گا آپ جانے گا کہ ساتھ آدمی ہوگا المعروف کالمشروط، (جو بات لوگوں کے عرف اور رواج میں مشہور ہے وہ طے شدہ شرط کی طرح ہے) ہاں اگر کسی بے تکلفی والے نے دعوت کی اور کچھ حاجتمند ہیں کہ یہ ان کو ساتھ لے گیا اور ان کا بار اس پر نہ پڑے گا خواہ یوں کہ دستر خوان وسیع ہے اور دل فرخ یا یوں کہ ان کی کفالت یہ خود کرے گا اور اسے ناگوار نہ ہوگا تو حرج نہیں، جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ خندق میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت کی اور دو صاحبوں کے قابل کھانا پکایا، جب یہ دعوت کو عرض کرنے گئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بآواز بلند ارشاد فرمایا کہ اہل خندق! جابر تمھاری ضیافت کرتا ہے، وہ ایک ہزار صحابۂ کرام تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: جب تک ہم تشریف نہ لائیں کھانا نہ اتارا جائے (او کما قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرائے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی زوجۂ مقدسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حال بیان کیا کہ یہاں دو ہی آدمیوں کے قابل کھانا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع ایک ہزار صحابہ کے تشریف لاتے ہیں، ان کی بی بی نے کہا: آپ کو اس کی کیا فکر ہے جو لاتے ہیں وہی سامان فرمانے والے ہیں۔ حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، آٹے اور ہانڈی میں لعاب دہن اقدس ڈالا اور ارشاد فرمایا کہ روٹی پکانے والی بلا لو اور ہانڈی چولھے پر رہنے دو۔ اس قلیل آٹے اور گوشت سے ایک ہزار صحابہ کو پیٹ بھر کر کھلا دیا اور ہانڈی ویسا ہی جوش مارتی رہی اور آٹا ذرا کم نہ ہوا۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج۲۱،ص۶۵۲-۶۵۳]

دعوت ولیمہ قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے:

بہت سارے حضرات دعوت ولیمہ قبول کر لیتے ہیں مگر اپنی ضروری یا غیر ضروری مصروفیات کا بہانہ بنا کر معذرت کر لیتے ہیں یا پھر دعوت میں جانا اپنے لیے کوئی ضروری نہیں سمجھتے جب کہ دعوت ولیمہ قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے اور بلا ضرورت شرعیہ دعوت میں نہ جانا سبب گناہ ہے، امام احمد رضا لکھتے ہیں:

''دعوت ولیمہ قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے جب کہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہا نہ ہو، نہ اور کوئی مانع شرعی ہو، اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے، کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے، باقی عام دعوتوں کا قبول کرنا افضل ہے جب کہ نہ کوئی مانع ہو، نہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو، اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول کرنے نہ کرنے کا اسے مطلقا اختیار ہے۔''

ردالمحتار میں ہے:''دعی الی الولیمة هی طعام العرس و قیل الولیمة اسم لکل طعام و فی "الهندیة: عن "التمرتاشی" اختلف فی اجابة الدعوة قال بعضهم واجبة لایسع ترکها، و قال العامة هی سنة والافضل ان یجیب اذا کانت ولیمة والا فهو مخیر والاجابة افضل، لان فیها ادخال السرور فی قلب المؤمن و اذا اجاب فعل ما علیه اکل او لا و الافضل ان یأکل لو غیر صائم، و فی "البنایة"

اجـابة الـدعـوـة سـنة وليمة او غيرها و اما دعوة يقصد بها التـطـاول او انشـاء الـحمد او ما اشبهه فلا ينبغى اجابتها لا سيـمـا اهـل الـعـلـم اه و مقتضاه انها سنة مؤكدة بخلاف غيـرهـا وصـرح شـراح "الهداية" بانها قريبة من الواجب و فـى "التـاتـارخـانية" عـن "اليـنـابيع" لو دعى الى دعوة فـالـواجب الاجابة ان لم يكن هناك معصية و لا بدعة و الا متنـاع اسـلـم فـى زمـانـنا الا اذا علم يقينا ان لا بدعة و لا معصية اه و الظاهر حمله على غير الوليمة لما مر تأمل"

ترجمہ: کسی کو ولیمہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔اور ولیمہ، شادی کی دعوت کا نام ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ ہر دعوتِ طعام، ولیمہ کہلاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں امام تمرتاشی سے روایت ہے کہ دعوت قبول کرنے میں اختلاف کیا گیا (یعنی اس کی شرعی حیثیت و نوعیت میں ماہرین قانونِ فقہ کا اختلاف ہے) چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک دعوت قبول کرنا شرعاً واجب ہے۔لہٰذا اس کے ترک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن عام علمائے کرام نے فرمایا کہ وہ سنت ہے۔ اور افضل (اور عمدہ) یہ ہے کہ دعوتِ طعام ضرور قبول کرے بشرطیکہ دعوتِ ولیمہ ہو ورنہ اسے اختیار ہے (یعنی دعوت قبول کرنے نہ کرنے میں وہ خود مختار ہے) لیکن اجابت بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک مسلمان کے دل کی خوشنودی ہے (کہ اس طرح کرنے سے اس کو دلی مسرت ہوگی جو کہ اسلام میں مطلوب ہے)اور جب دعوت قبول کر لے تو پھر جو کچھ اس کی ذمہ داری ہے اسے نبھائے، کھانا خواہ کھائے یا نہ کھائے۔لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا ضرور کھائے۔ اور البنایۃ شرح الہدایۃ میں ہے کہ اجابتِ دعوتِ طعام سنت ہے خواہ دعوتِ ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت ہو۔ رہی وہ

دعوت کہ جس سے نام ونمود، نمائش اور فخر وریا اور قصیدہ گوئی وغیرہ مقصود ہو۔ تو پھر اس قسم کی دعوت کو قبول نہ کرنا اور مسترد کر دینا ہی زیادہ مناسب ہے خصوصاً اہلِ علم حضرات کے لیے (یہی زیادہ موزوں ہے) اھ اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ دعوتِ ولیمہ سنّتِ مؤکدہ ہے جس کے علاوہ یہ حکم نہیں، البتہ شارحینِ ہدایہ نے یہ تصریح فرمائی کہ دعوت کا حکم واجب کے قریب ہے۔ تاتارخانیہ میں ینابیع کے حوالے سے منقول ہے کہ اگر کسی کو شمولیت دعوت کے لیے مدعو کیا جائے تو اسے قبول کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت کا کام نہ ہو۔ اور ہمارے زمانے میں زیادہ سلامتی اسی میں ہے کہ دعوت میں شمولیت سے باز رہے۔ ہاں البتہ اگر اسے قوی یقین ہو کہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت نہیں (تو پھر ضرور شریک ہو) اور ظاہر یہ ہے کہ اسے غیر ولیمہ پر حمل کیا جائے اس وجہ سے جو بات گزر چکی غور و فکر کیجئے اھ۔''

[فتاوی رضویہ مترجم ج۲۱،ص ۶۵۵-۶۵۶]

نکاح ثانی کو برا جاننا:

اسلام دین فطرت ہے، اس کے جملہ احکام و مسائل عین فطرت انسانی کے مطابق ہیں، اسلامی اصولوں کے مطابق اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے یا کسی مرد کی بیوی انتقال ہو جائے اور اس مرد یا عورت کو نکاح کی حاجت ہو تو دوسرا نکاح کرنے میں کچھ قباحت نہیں، بلکہ اگر تجرد کی وجہ سے گناہ پر پڑنے کا غالب گمان ہو تو نکاح ثانی نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے، جبکہ دوسرے مذاہب کے لوگ اسے حد درجہ برا اور نحوست کا سبب جانتے ہیں، اسلامی قانونِ معاشرت سے بے خبر کچھ مسلمان بھی اسے برا سمجھنے لگے ہیں اور نکاح ثانی کرنے والوں یا کرنے والیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں نتیجۃً یہی لوگ زنا کے مرتکب ہو کر سماج کے فساد و بگاڑ کا سبب بنتے ہیں، امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی اس معاشرتی ظلم وزیادتی کے خلاف فتاویٰ رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں رقم

فرماتے ہیں:

''نکاح ثانی کو برا سمجھنا اوراس پر طعن کرنا اگر محض بر بنائے
رسم ورواج ومصالح عرفیہ ہے نہ یوں کہ اسے شرعاً حرام جانیں یا شرعا
حلال جان کر تحلیل شرع کو برا سمجھے تو چنداں مورد الزام نہیں، اوراگر
اسے شرعا حرام سمجھتا ہے تو حکم کفر ہے، اور شرعا حلال جان کر تحلیل
شرع کو معاذ اللہ برا جانتا ہے تو صریح مرتد۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج۲۱،ص۱۵۶]

تصویر بنانا اور بنوانا حرام ہے:

آج کل تصویر کھینچنا اور کھینچوانا عام سی بات ہوگئی ہے جبکہ تصویر سازی اور تصویر بینی کے تعلق سے کتب احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہیں اور جن حضرات نے تصویر کے جواز کا قول کیا ہے وہ بھی مشروط بشرائط ہے نہ کہ مطلقا، جمہور علمائے اہل سنت و جماعت اسی بات کے قائل ہیں کہ بلاضرورت شرعیہ تصویر کھینچنا کھینچوانا حرام ہے، امام احمد رضا محدث بریلوی تصویر کی حرمت پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تصویر بنانا اور بنوانا دونوں حرام قطعی اور کبیرہ شدیدہ ہیں
اس کا مرتکب مستحق عذاب اشد ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرماتے ہیں:" اشد الناس عذابا یوم القیامة من قتل نبیا،
او قتلهٔ نبی و المصوّرون'' ترجمہ: قیامت میں سب سے سخت تر
عذاب اس پر ہوگا جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا جسے کسی نبی نے قتل
فرمایا اور مصوروں پر۔

یہ تو مصوروں کا حال ہے کہ انبیا علیہم السلام کے قاتلوں
کے ساتھ ہیں اور تصویر بنوانے والے ان کی مثل نہیں بلکہ ان سے ستر
(۷۰) درجہ خبیث تر ہیں ظاہر ہے کہ گناہ کرنے والا نافرمانی کرتا
ہے اور گناہ کرانے والا نافرمانی کا حکم دیتا ہے تو اپنے حکم سے حکم الٰہی
کا معارضہ کرتا ہے تصویر بنانے والا اپنا پیٹ پالنے کے لیے گناہ کرتا

ہے اور بنوانے والا اس مبغوض خدا کو دوست رکھنا پسند کرتا ہے اور ارتکاب خبیث سے استحسان خبیث بدرجہا اخبث ہے ولہٰذا حدیث میں ارشاد ہے "قسمت النار سبعين جزء ا، فللآمر تسع و ستون، و للقاتل جزء و حسبه" وہ آگ جو قتلِ ناحق کی سزا رکھی گئی ہے ستر حصے کی گئی ہے اس میں انہتر حصے تو حکم دینے والے کے لیے اور ایک حصہ قاتل کے لیے کہ اس کے عذاب کو وہی بہت ہے۔ رواه الامام احمد عن رجل من الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم بسند صحيح۔

یہ بنانے اور بنوانے والے کا حکم ہے اور جتنے اس پر جس طرح اعانت یا خواہش کریں سب ان کے شریک اور حکم میں متحد ہیں بلکہ جو وصف قدرت منع نہ کریں وہ بھی، قال الله تعالیٰ "كانو لا يتناهون عن منكر فعلوه، لبئس ما كانوا يفعلون" (القرآن: سورۂ مائدہ: ۷۹) ترجمہ: جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔ (کنز الایمان)"و فى الحديث كلا والله لتأمرن بالمعروف و لتنهون عن المنكر، و لتأخذن على يدى الظالم، و لتأطرنه على الحق أطرا، و لتقصرنه على الحق قصرا او ليضربن الله بقلوب بعضكم على بعض، ثم ليلعننكم كما لعنهم" یوں نہیں، خدا کی قسم یا تو تم ضرور بھلائی کا حکم کرو گے اور ضرور برائی سے روکو گے اور حد شرع سے بڑھنے والے کے ہاتھ پکڑ لو گے اور ضرور اسے سچے طور سے حق پر مجبور کرو گے اور ضرور ناحق سے اس کا ہاتھ کوتاہ کرو گے ورنہ ضرور اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک فریق کے دل کو دوسرے کے دل پر مارے گا یعنی دونوں فریق کے دل خباثت میں ایک سے کر دیگا اور ضرور ضرور تم منع نہ کرنے والوں پر لعنت فرمائے گا

جیسے ان اسرائیلیوں پر فرمائی تھی جو مرتکبان معاصی کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے اوران کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ (رواہ ابو داؤد عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه)

اور جس نے نہ بنائی نہ بنوائی کسی ذی روح کی متبین تصویر رکھنا چاہتا ہے وہ اگر بطور اہانت رکھے مثلاً فرش پا انداز میں کہ لوگ اس پر پاؤں رکھیں یا رکھ کر چلیں، اس پر جوتا رکھیں تو حرج نہیں کہ اس نے مبغوضِ خدا کی توہین کی اور مؤاخذہ مبغوضِ خدا کی تعظیم پر ہے نہ کہ توہین پر لیکن گھروں میں مکانوں میں لگانا یا لٹکانا حرام ہے کہ یہ اس کا احترام ہے رحمتِ الٰہی کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لا تدخل الملائکة بیتا فیه کلب و لا صورة"

یہ ان جاہلوں فاسقوں کے لیے تھا جو مبغوضِ خدا کو اپنے جاہلانہ خیال میں صرف زینتِ مکان سمجھ کر رکھیں اس کی کوئی تعظیم (مقصود) نہیں ہوتی بلی اور کتے کی تصویریں بھی لگاتے ہیں بلکہ بعض لوگ سور کی بھی لیکن وہ جو اسے یادگار بنائیں اسے تعظیم سے رکھیں اسے عظمت کی نگاہ سے دیکھیں ان میں اور مشرکوں بت پرستوں میں ایک ہی قدم کا فرق ہے بت پرستی کی جڑیوں ہی پڑی، کما ذکره المفسرون تحت قوله تعالیٰ (و قالوا لا تذرن آلهتکم و لا تذرن ودّا و لا سواعاء و لا یغوث و یعوق و نسرا)

چناں چہ مذکورہ بالا آیت کے تحت تفسیر بغوی میں ہے:

"هذه اسماء آلهتهم۔ قال محمد بن کعب هذه اسماء قوم صالحین کانوا بین آدم و نوح فلما ماتوا کان لهم اتباع یقتدون بهم و یا خذون بعد هم باخذهم فی العبادة فجاء هم ابلیس و قال لهم: لو صورتم صورهم کان

انشط لکم و اشوق الی العبادة، ففعلوا ثم نشا قوم بعدهم فقال لهم ابلیس: ان الذین من قبلکم کانوا یعبدونهم فعبدوهم، فابتداء عبادة الاوثان کان من ذلك و سمیت تلك الصور بهذه الاسماء لانهم صوروها علی صور اولئك القوم من المسلمین۔"

یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر ان کے معبودوں کے نام ہیں، محمد بن کعب نے فرمایا کہ ''دراصل یہ ان صالحین کے نام ہیں جو حضرت آدم ونوح علیہما الصلاۃ والسلام کے درمیانی زمانہ میں تھے، جب یہ لوگ فوت ہو گئے تو ابلیس ان کے متبعین (جو ان کی پیروی کرنے اور ان کی ترغیب کے باعث عبادت میں منہمک رہتے تھے) کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا کہ اگر تم ان صالحین کی تصویریں (بت رمجسمے) بنا لو تو اس کے ذریعے تمہیں نشاط بھی ملے گا اور تمھار اشوق عبادت بھی بڑھے گا، پس انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر ان کے بعد جو قوم آئی تو ابلیس نے ان سے کہا کہ تم سے پہلے کے لوگ انہی کی عبادت کیا کرتے تھے تو وہ لوگ ان کی عبادت کرنے لگے، یوں بتوں کی عبادت کی ابتدا ہوئی۔'' اور ان بتوں کے یہ نام اس لیے رکھے گئے کہ ان کی شکلیں ان صالحین کی صورتوں پر تھیں۔

(و قالوا لا تذرن آلھتکم و لاتذرن ودا و لاسواعا، ولایغوث و یعوق و نسرا) [النوح: آیت ۲۳]

یہ تصویریں جن کی تعظیم نے بت پرستی کا بیج بویا اولیا اور صالحین کی تصویریں تھیں نہ کہ معاذ اللہ کفار ومشرکین کی جو یہاں اصل منشاء سوال ہے، تِلک اور گاندھی کی تصویروں کو یادگار بنانا اور انہیں تعظیماً رکھنا بحکم فقہ بلکہ قرآن وحدیث کفر ہے یہ محبت کفار پر دلیل بین ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: (ومن یتولهم منکم فانه

منهم) تم میں سے جوان سے محبت رکھے گا وہ بے شک انھیں میں سے ہے۔حدیث میں فرمایا: (من هوی الکفرة فهو معهم) جو کافروں سے دوستی رکھے وہ انھیں کے ساتھ ہوگا۔

متعدد حدیثوں میں حلف کے ساتھ فرمایا:(حشره الله معهم) اللہ تعالیٰ انھیں کے ساتھ ان کا حشر کرے گا۔''

[فتاویٰ رضویہ جدید ج ۱۵،ص ۳۱ تا ۳۴]

سفید بال کالا کرنا:

عصر حاضر میں لوگوں میں یہ وبا بہت عام ہوگئی ہے کہ بال تھوڑے سفید ہوئے نہیں کہ خضاب لگانا شروع کر دیا اور اس کے استعمال میں کچھ قباحت بھی نہیں سمجھتے جب کہ یہ تغییر خلق اللہ میں آتا ہے، جو گناہ ہے اور آدمی جب شرم وحیا سے عاری، خوف خدا و رسول سے بے پرواہ اور فکر آخرت سے بے نیاز ہوجاتا ہے تو پھر کسی قسم کے گناہ کا ارتکاب کرنے میں اسے شرم وعار تو دور کچھ جھجک تک محسوس نہیں ہوتی، ایسا شخص جائز و ناجائز اور حلال وحرام کی فکر کئے بغیر ہر کام کر گزرتا ہے بلکہ اب تو جدت پسندی نے لوگوں کو اتنا جری و بے باک بنا دیا ہے کہ گناہ کو گناہ بھی نہیں سمجھتے بس یوں سمجھیں کہ چوری اور سینہ زوری کا معاملہ دنیاوی جرائم کے ساتھ گناہ اور ناجائز کاموں کے ساتھ بھی ہونے لگا ہے سفید بال کو کالا کرنا عام سی بات ہوگئی ہے جب کہ احادیث مبارکہ میں اس پر سخت وشدید وعیدیں آئی ہیں، ہاں جہاد میں مجاہدین کے لیے ضرورۃً اس کی اجازت تھی تا کہ اس سے دشمن پر رعب ظاہر ہو، امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سیاہ آئے حرام ہے قیامت کے دن ان کے منہ کالے کئے جائیں۔'' حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من اختضب بالسواد سوّد الله وجهه يوم القيامة"

جو سیاہ خضاب کرے قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کا منہ سیاہ کرے گا۔ ہاں مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سرخ ہی

رہے مگر اس میں ذرا پختگی آجائے یہ جائز ہے۔ و ھـو الـمـراد بـالـماثور و بما ھو فی الخانیة و غیرھا مذکور۔ [مترجم ج ۲۳،ص۴۹۰]

اسی میں ہے: سیاہ خضاب حرام ہے:

قـال صـلـی الـلـه تـعالیٰ علی و سلم: "غیروا ھذا بشـیء واجتـنبـوا السـواد" رواہ مسـلـم عن جابر رضی الله تـعـالـیٰ عنه۔ و فی حدیث آخر "من خضب بالسواد سود الله وجھه یوم القیٰمة" رواہ الطبرانی۔

حدیث مذکور فی السوال سیاہ خضاب ہی کے بارے میں ہے خود اسی کے الفاظ کا ارشاد ہے:

"یـخـضبون بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحة الجنة" رواہ ابو داود و النسائی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنھما۔

سیاہ خضاب مطلقاً حرام ہے اور سیاہ مقول بالتشکیک نیلا، اودا، کاسنی سب سیاہ ہے اور بفرض غلط سیاہ نہ ہو تو قریب سیاہ قطعاً ہے۔

اور حدیث صحیح کا ارشاد ہے: "لا تقربوا السواد"

ترجمہ: سیاہی کے پاس نہ جاؤ۔ (رواہ الامـام احـمـد عن انـس رضی الله عنه)

اور حدیث ابوداؤد ونسائی میں کبوتر کے پوٹے سے تشبیہ بھی اسی طرف ناظر، جنگلی کبوتروں کے پوٹے اکثر نیلگوں ہوتے ہیں۔ خاص مہندی کی رنگت گہری نہیں ہوتی جب اس میں کچھ پتیاں نیل کی ملا دی جائیں تو سرخ گہرا رنگ ہو جاتا ہے یہ حسن ہے نہ یہ کہ اتنا نیل ملا دیا جائے کہ سیاہ کر دے۔ یا پہلے مہندی سے رنگ کر جب بال

خوب صاف ہو گئے اس پر نیل تھوپا کہ یہ سب وہی حرام صورتیں ہیں جن کو "اجتنبوا" (سیاہی سے بچو) فرمایا "لایجدون رائحة الجنة" (وہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے) فرمایا جس پر (سوّد الله وجهه) (یعنی اللہ تعالیٰ ان کے چہرے سیاہ کردے گا) آیا۔ شراب کہ خلط نمک سے سرکہ ہو جائے نہ یہ کہ گھڑے بھر شراب میں نمک کی ایک کنکری ڈال کر پی جائے نہ یہ کہ بہت سا نمک پھانک کر اوپر سے شراب چڑھائے، تحریم سواد سے صرف مباشران جہاد کا استثناء ہے جیسے ان کو ریشم کا بانا، اور صاحبین کے نزدیک خالص ریشمیں روا ہے، اور زوجہ جوان کی غرض سے ایک روایت مرجوحہ میں جواز آیا ہے اور مرجوح پر حکم فتویٰ جہل وخرق اجماع ہے۔

امام محمود علیہ الرحمۃ فتاویٰ ذخیرۃ میں فرماتے ہیں:

"الخضاب بالسواد للغز و ليكون اهيب فى عين العدو محمود باتفاق، وان فعل ذلك ليزين نفسه للنساء فمكروه، وعليه عامة المشائخ"

جہاد میں سیاہ خضاب کی اجازت ہے تاکہ دشمن کی نگاہ میں بارعب اور خوفناک ہو جائے اور یہ بالاتفاق اچھا ہے۔ اور اگر اپنے آپ کو عورتوں کے لیے زیب وزینت دے تو یہ مکروہ ہے اور اسی پر عام مشائخ قائم ہیں۔

عقود الدریہ میں ہے: "العمل بما عليه الاكثر" قول جمہور پر حدیث صحیح صحاح ستہ: عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لعن الله الواشمات والمستوشمات و الناصمات والمتنمصات و المتفلجات للحسن المغيرات خلق الله" شاہد عدل ہے۔ عورت زیادہ اس کی محتاج ہے کہ شوہر کی نگاہ میں آراستہ ہو، جب

اسے یہ امور تغیر خلق اللہ کے سبب حرام وموجب لعنت ہوئے تو مرد پر بدرجۂ اولیٰ۔

وقد قال تعالیٰ: "لا تبدیل لخلق الله" و قال تعالیٰ عن عدوه ابلیس: "و لآمر نهم فلیغیرن خلق الله" ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لوگوں) اللہ تعالیٰ کی تخلیق (پیدائش) میں کوئی تبدیلی نہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن شیطان لعین سے حکایتاً فرمایا (کہ اس نے کہا) ضرور انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کریں گے۔

نیز حدیث صحیح: "المتشبع بما لم یعط کلا بس ثوب زور" رواه الشیخان عن اسماء رضی الله تعالیٰ عنها۔ اس پر وعید کو بس ہے، ظاہر ہے کہ یہ خضاب اسی لیے ہوگا کہ عورت پر اظہار جوانی کرے، جوان ہے نہیں اور اس کی نگاہ میں جوان بنے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے وہ شخص سر سے پاؤں تک جھوٹ اور فریب کا جامہ پہنے ہے۔

اس سے بدتر اور کیا درکار ہے بخلاف جہاد کہ حدیث متواتر میں ہے "الحرب خدعة" (جہاد دھوکا ہے)

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۳، ص ۴۹۱ تا ۴۹۴]

الملفوظ ج دوم ص ۲۳۷ پر آپ نے سیاہ خضاب کے بارے میں فرمایا:

''خضابِ سیاہ یا اس کے مثل حرام ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے 'غیروا هذا بشیء و اجتنبوا السواد" اس سفیدی کو بدل دو اور سیاہی کے پاس نہ جاؤ، سنن نسائی شریف کی حدیث میں ہے: "الصفرة خضاب المومن والحمرة خضاب المسلم والسواد خضاب الكافر" زرد خضاب مومن کا ہے اور سرخ خضاب مسلم کا اور سیاہ خضاب کافر کا ہے۔ مزید فرماتے ہیں دیکھو

فرعون کا ہے (کس جگہ) میں ڈوبا؟ نیل میں، یہ لوگ بھی نیل میں ڈوبتے ہیں۔ سیاہ خضاب صرف مجاہدین کو جائز ہے۔ جیسے جنگ میں رجز پڑھنا، اور خود ستائی ان کو جائز ہے، اکڑ کر چلنا ان کو جائز ہے، ریشمی بانے کا دبیز لباس ان کو پہننا جائز ہے، چالیس دن سے زیادہ لبوں اور چہرے کے بال اور ناخن بڑھانا ان کو جائز ہے، اوروں کو یہ سب باتیں حرام ہیں، فوجی قانون عام قانون سے جدا ہوتا ہے، اس میں سیاہ خضاب داخل ہے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مجاہد تھے انہیں جائز تھا (لیکن) تم کو حرام ہے۔

انسان پر شہیدوں کی سواری کا آنا:

لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ انسانوں پر اولیاء کی سواری آتی ہے بعض اوقات تو یہ نرا ڈھونگ ہوتا ہے جو کہ حبِ جاہ وحشمت اور سستی شہرت حاصل کرنے، عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور بھیڑ اکٹھا کرنے کے لیے لوگ ایسا کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ اس غلط نظریہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> یہ (شریر جنات) سخت جھوٹے کذاب ہوتے ہیں، اپنا نام کبھی شہید بتاتے ہیں اور کبھی کچھ اس وجہ سے جاہلان بے خرد میں شہیدوں کا سر پر آنا مشہور ہو گیا ورنہ شہدائے کرام ایسی خبیث حرکات سے منزہ ومبرا ہیں۔ [فتاوی رضویہ مترجم ج۲۱، ص۲۱۸]

مرد کا انگوٹھی استعمال کرنا:

آج کل عورتوں کی طرح مردوں میں بھی انگوٹھی پہننے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے وہ بھی نہ صرف مقدار معلومہ کی ایک انگوٹھی پر اکتفاء بلکہ عورتوں کی طرح کئی کئی انگوٹھیاں اپنی انگلیوں میں سجائے ہوتے ہیں، اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ اس فاسد خیال کا ازالہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''شرعاً چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی کہ وزن میں

ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو پہننا جائز ہے اگر چہ بے حاجت مہر اس کا ترک افضل ہے اور مہر کی غرض سے خالی جواز نہیں بلکہ سنت ہے، ہاں تکبر یا زنانہ پن کا سنگار یا اور کوئی غرض مذموم نیت میں ہو تو ایک انگوٹھی کیا اس نیت سے اچھے کپڑے پہننے بھی جائز نہیں اس کی بات جدا ہے یہ قید ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ سارا دار و مدار نیت پر ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۲، ص ۱۴۱]

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے دو یا زیادہ نگ حرام کہ زیور زنان ہو گیا۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴، ص ۵۴۴]

بدفالی کا شریعت مطہرہ میں کوئی اصل نہیں:

بہت سارے معاملات میں انسان بسا اوقات بدشگونی کا شکار ہو جاتا ہے جب کہ جو کچھ ظہور پذیر ہوتا ہے سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ کسی معاملہ میں بدشگونی لیں اور فکری بے چینی کا شکار ہوں، امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں، لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے: "اذا تطيرتم فامضوا" جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو۔

وہ طریقہ (بدفالی) محض ہندوانہ ہے مسلمانوں کو ایسی جگہ چاہیے کہ "اللهم لاطير الا طيرك ولاخير الاخيرك ولا اله غيرك" پڑھ لے اور اپنے رب پر بھروسا کر کے اپنے کام کو چلا جائے ہرگز نہ رکے نہ واپس آئے۔ [فتاوی رضویہ جدید ج ۱۵، ص ۵۵]

آتش بازی، تضییع مال اور گانے بجانے حرام:

بعض علاقوں میں اب بھی شادی بیاہ کے موقع پر آتش بازی اور ناچ گانے کا رواج باقی ہے جب کہ یہ مختلف وجوہ سے ممنوع و ناجائز ہے چنانچہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلائل و براہین سے مزین فرماتے ہیں کہ آتش بازی حرام و گناہ ہے، وہ لکھتے ہیں:

آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب براءت میں رائج ہے بے شک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے۔

قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا:

قال اللہ تعالیٰ: "و لاتبذر تبذیرا، ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین و کان الشیطٰن لربه کفورا" (بنی اسرائیل: ۲۶/۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ان اللہ تعالیٰ کرہ لکم ثلثا: قیل و قال، واضاعة المال، و کثرة السوال" (رواہ البخاری عن المغیرہ بن شعبة رضی اللہ تعالیٰ عنه)

شیخ محقق مولانا عبدالحق دہلوی "ماثبت بالسنه" میں فرماتے ہیں: "من البدع الشنیعة ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الهند من اجتماعهم للهو و اللعب بالنار، و احراق الکبریت، اھ مختصرا"

اسی طرح یہ گانے بجانے کہ ان بلاد میں معمول و رائج ہیں بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں، خصوصاً وہ ناپاک وملعون رسم کہ بہت خران بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود ملاعین بے بہبود سے سیکھی، یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین و حاضرات کو لچھے دار سنانا، سمدھیانہ کی عفیف و پاکدامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر

کرنا، کرانا، خصوصاً اس ملعون بے حیا رسم کا مجمع زنان میں ہونا، ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا، قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بدلحاظیاں سکھانا، بے حیا، بے غیرت، خبیث، بے حمیت مردوں کا اس شہدہ پن کو جائز رکھنا، کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کے جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا، مگر بندوبست قطعی نہ کرنا، یہ وہ شنیع، گندی اور مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں، اس کے کرنے والے، اس پر راضی ہونے والے، اپنے یہاں اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے، سب فاسق فاجر، مرتکب کبائر مستحق غضب جبار وعذاب نار ہیں، والعیاذ باللہ تبارك و تعالیٰ، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین، جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں، اور اگر نادانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو تو سب مسلمان مردوں عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی جورو، بیٹی، ماں، بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں، ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے۔

ہاں شرع مطہر نے شادی میں بغرض اعلان نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جبکہ مقصود شرع سے تجاوز کر کے لہو مکروہ و تحصیل لذت شیطانی کی حد تک نہ پہنچے، ولہذا علما شرط لگاتے ہیں کہ قواعد موسیقی پر نہ بجایا جائے، تال سم کی رعایت نہ ہو، نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب و ناجائز ہیں۔ پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے۔ نہ شرف والی بیبیوں کے مناسب بلکہ نابالغہ چھوٹی چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں، اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں جن میں

اصلاً نہ فحش ہو نہ کسی بے حیائی کا ذکر، نہ فسق و فجور کی باتیں، نہ مجمع زنان یا فاسقان میں عشقیات کے چرچے، نہ نامحرم مردوں کو نغمہ عورات کی آواز پہنچے، غرض ہر طرح منکرات شرعیہ و مظان فتنہ سے پاک ہوں، تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ جیسے انصار کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جا کر یہ شعر پڑھا جاتا تھا۔

اتینا کم اتینا کم

فحیانا و حیاکم

یعنی ہم تمہارے پاس آئے ہم تمھارے پاس آئے، اللہ ہمیں زندہ رکھے تمھیں بھی جلائے یعنی زندہ رکھے۔

پس اس قسم کے پاک وصاف مضمون ہوں، اصل حکم میں تو اسی قدر کی رخصت ہے، مگر حال زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ مطلق بندش کی جائے کہ جہال حال خصوصاً زنان زمان سے کسی طرح امید نہیں کہ انھیں جو حد باندھ کر اجازت دی جائے اس کی پابند رہیں اور حد مکروہ ممنوع تک تجاوز نہ کریں۔ لہٰذا سرے سے فتنہ کا دروازہ ہی بند کیا جائے، نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گی نہ آگے پاؤں پھیلائیں گی، خصوصاً بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں، رنڈیوں، ڈومنیوں کو تو ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنے دیں کہ ان سے حد شرع کی پابندی محال عادی ہے۔ وہ بے حیائیوں، فحش سرائیوں کی خوگر ہوتی ہیں، منع کرتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی، بلکہ شریف زادیوں کا ان آوارہ بد وضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بیہودہ و بیجا ہے۔ صحبت بد زہر قاتل ہے اور عورتیں نازک شیشیاں ہیں جن کے ٹوٹ جانے کے لیے ایک ادنیٰ سی ٹھیس بھی بہت ہوتی ہے اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "یا انجشة رویدا بالقواریر" فرمایا۔

[فتاویٰ رضویہ جدید ج ۱۶، ص ۸۲ تا ۸۴]

عالم کی تحقیر یا اس کی غیبت کرنا حرام بلکہ ایک وجہ میں کفر ہے:

مخلوقات میں انسانوں کا اور انسانوں میں مؤمنوں کا اور مؤمنوں میں عالموں کا درجہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت بلند کیا ہے مگر بعض ناعاقبت اندیش حضرات علما کو نہ صرف گری نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ بسا اوقات ان کے ساتھ غیر مہذبانہ سلوک کرتے ہیں، گری نظر سے دیکھنا محض اپنی نفسانیت کی بنیاد پر ہو تو حرام اشد حرام اور اگر بوجہ علم ہو تو کفر ہے، معاذ اللہ۔ اس لیے عالم سے نہ بغض رکھنا جائز اور نہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھنا جائز، بلاوجہ شرعی ایک مسلمان کی دل آزاری جائز نہیں ہے تو وہ حضرات جنہیں رب تبارک و تعالیٰ نے درجوں بلند فرمایا ہے ان کی تحقیر و توہین کیوں کر روا ہو سکتی ہے، یوں ہی غیبت تو عام لوگوں کی بھی گناہ کبیرہ ہے چہ جائے کہ علما اور ائمہ دین کی غیبت، یہ ہمارے زمانے کا بہت بڑا المیہ بن چکا ہے کہ لوگ چائے کی دکانوں پر چائے کی چسکیوں میں اور کچھ پروفیشنل حضرات اپنے اپنے نجی مجلسوں میں علما و ائمہ کی غیبت کو ایک عام شیوہ بنا لیے ہیں، غیبت کی تباہی اور اس کی بربادی کی داستان بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

> غیبت تو جاہل کی بھی سوا صور مخصوصہ کے حرام قطعی و گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن عظیم میں اسے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا فرمایا۔
>
> حدیث میں آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
>
> ”ایاکم والغیبة فان الغیبة اشد من الزنا ان الرجل قد یزنی و یتوب فیتوب الله علیه وان صاحب الغیبة لایغفر له حتی یغفر له صاحبه“ [ابن ابی الدنیا باب الغیبة و ذمها ۲۰۲]
>
> ترجمہ: غیبت سے بچو کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زانی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اور غیبت کرنے والے کی بخشش ہی نہ ہوگی جب تک وہ نہ

بخشے جس کی غیبت کی تھی۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة و ابو الشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبدالله و ابی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنهم۔

یوہیں بلا وجہ شرعی کسی مسلمان جاہل کی بھی تحقیر حرام قطعی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"بحسب امری من الشر ان یحقر اخاه المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمه و مال عرضه" [رواه مسلم عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه کتاب البر والصلة باب تحریم ظلم المسلم و خذله ۳۱۷/۲]

آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے خون آبرو مال۔

اسی طرح کسی مسلمان جاہل کو بھی بے اذن شرع گالی دینا حرام قطعی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"سباب المسلم فسوق" **مسلمان کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے**[رواه البخاری و مسلم او الترمذی والنسائی و ابن ماجه و الحاکم عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه، کتاب الایمان باب سباب المسلم فسوق]

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "سباب المسلم کالمشرف علی الهلکة" **مسلمان کو گالی دینے والا اس کی مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے۔**[رواه الامام احمد و البزاز عن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنهما بسند جید]

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من آذی مسلما فقد آذانی و من آذانی فقد اذی الله" **جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس**

نے اللہ تعالیٰ کوایذا دی۔ [رواه الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی الله تعالیٰ عنه بسند حسن]

جب عام مسلمانوں کے باب میں یہ احکام ہیں تو علماء کرام کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لایستخف بحقهم الا منافق" علما کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔ [رواه الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه]

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا یستخف بحقهم منافق بین النفاق" ان کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا منافق۔ [رواه ابو الشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبدالله الانصاری رضی الله تعالیٰ عنهما]

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لیس من امتی من لم یعرف لعالمنا حقه" جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔ [رواه احمد و الحاکم و الطبرانی فی الکبیر عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه]

پھر اگر عالم کو اس لیے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

خلاصہ میں ہے: "من ابغض عالما من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر" منح الروض الازهر میں ہے "الظاهر انه یکفر الخ" والله تعالیٰ اعلم و علمه جل مجده

اتم و احکم۔ [فتاویٰ رضویہ قدیم ج۹ نصف اول،ص۱۴۰]

غیر مسلم کے ہوٹل میں گوشت کھانا کیسا ہے؟

غیر مسلم کا ذبیحہ کھانا حرام ہے مگر عام مسلمان بلکہ بعض تعلیم یافتہ بھی اس کا بہت کم خیال رکھتے ہیں کہ ہم ذبیحہ کہاں کھارہے ہیں؟ اور کس کا کھارہے ہیں؟ اگر انہیں یہ تنبیہ کی جائے کہ غیر مسلم کا ذبیحہ غیر مسلم ہوٹل میں کھانا حرام ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم غیر مسلم کا ذبیحہ نہیں کھاتے ہیں بلکہ ہوٹل اگر چہ غیر مسلم کا ہوتا ہے مگر ذبیحہ مسلمان کا ہوتا ہے اور ہوٹل میں پکانے والا مسلمان ہی ہے ہاں کھلانے والا اور مالک غیر مسلم ہے۔ اس لیے کھانے میں گریز نہیں کرتے ہیں جب کہ ذبیحہ کھانے کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

[۱]مسلمان نے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا ہو۔

[۲]مسلمان نے خریدا ہو۔

[۳]مسلمان نے پکایا ہو۔

[۴]مسلمان کے قبضہ میں رہا ہو، ایک لمحہ بھی نظر مسلم (مسلم کی نگرانی) سے گوشت غائب نہ ہوا ہو۔

[۵]مسلمان نے کھلایا ہو۔

مذکورہ شرائط پائے جائیں تو بلاشبہہ غیر مسلم کے یہاں بھی ذبیحہ کھانا جائز ہے مگر ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ گوشت کھانا ناجائز وحرام ہے۔ ہاں ذبیحہ مسلمان کا ہو اور ذبح سے لے کر کھانے تک نظر مسلم سے ایک لمحہ بھی غائب نہ ہو تو طباخ (پکانے والا) اور کھلانے والے کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے کیوں کہ کہیں بھی گوشت نظر مسلم سے اوجھل نہیں، امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

> ''ہندو کے یہاں کا گوشت حرام ہے جب تک وہ گوشت اس جانور کا نہ ہو جسے مسلمان نے ذبح کیا اور اس وقت تک مسلمان کی نظر سے غائب نہ ہوا باقی کھانے اگر ان میں کوئی وجہ حرمت نہ معلوم ہو تو حلال ہیں۔'' [فتاویٰ رضویہ قدیم ج۹ نصف اول،

ص۲۲۸]

ماہ محرم الحرام کے مراسم:

ماہ محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، یہ مبارک ماہ اور خصوصاً اس کی ۱۰؍ویں تاریخ جسے یوم عاشورا کہا جاتا ہے باعث خیر و برکت اور سبب نزول فضل و رحمت ہے، جس دن کا احترام خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور اپنے صحابہ کرام اور جانثاروں کو بھی احترام کا حکم دیا اور اہل اسلام سلفاً و خلفاً اس کا احترام کرتے رہے ہیں اور اس کی برکتوں سے مالا مال ہوتے رہے ہیں مگر آج اس مغربیت زدہ دور میں ہمارا نو جوان طبقہ اس مبارک و مسعود دن کا احترام بجالانے کی جگہ طرح طرح کے خرافات اور قسم قسم کے رسومات میں ملوث ہو کر اس کے برکات و حسنات سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔

محرم کا مہینہ شروع ہوتے ہی کہیں تعزیے، کہیں علم، کہیں گانے باجے، کہیں ڈھول تاشے وغیرہ خرافات کے علاوہ تعزیہ یا چوکی کا طواف، تعزیہ کے سامنے منتیں ماننا، گلی گلی تعزیہ لے کر گشت کرنا، مرد و عورت کا اختلاط اور بھی دیگر واہیات و منکرات جو شرعاً ناجائز و حرام ہیں، اس کے متعلق اعلیٰ حضرت رقم فرماتے ہیں:

> ''علَم، تعزیے، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیے دیکھنے کو نکلنا، یہ سب باتیں حرام و گناہ و ناجائز و منع ہیں۔ فاتحہ جائز ہے روٹی، شیرینی، شربت جس چیز پر ہو، مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے ہونا جہالت ہے اور اس پر چڑھانے کے سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے ہاں تعزیہ سے جدا جو خالص سچی نیت سے حضرات شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نیاز ہو وہ ضرور تبرک ہے وہابی خبیث کہ اسے خبیث کہتا ہے خود خبیث ہے۔''
>
> [فتاویٰ رضویہ مترجم ج۲۴،ص۴۹۸]

اور ایک جگہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعت شنیعہ ہے، یہ جو

باجے، تاشے، مرثیے، ماتم، برق پری کی تصویریں، تعزیے سے مرادیں مانگنا، اس کی منتیں ماننا، اسے جھک جھک کر سلام کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ بدعات کثیرہ اس میں ہوگئی ہیں اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے یہ ضرور حرام ہے۔'' [ملخصاً فتاویٰ رضویہ مترجم ج۲۴،ص ۵۰۴]

ماہ محرم میں کیا کرنا چاہیے؟

یہ مبارک و مسعود مہینہ کس طرح گزارنا چاہیے اس کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں:

''مسلمانوں کو ان ایام میں صدقات و خیرات و میراث و حسنات کی کثرت چاہیے خصوصاً روزِ عاشورا کا کہ سال بھر کے روزوں کا ثواب اور ایک سال گزشتہ کے گناہوں کی معافی ہے۔ کما ثبت فی الحدیث الصحیح اور بہتر یہ ہے کہ نویں دسویں دونوں کا روزہ رکھے۔ "لقوله صلى الله عليه وسلم لئن بقيت الى قابل لاصومن التاسع" حضرت شہزادہ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا و دیگر شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام پاک پر جس قدر ہو سکے تصدق و ایصال ثواب کریں بلکہ ان روزوں وغیرہا تمام حسنات کا ثواب اسی جناب گردوں قباب کی نذر کریں، گرمیوں میں ان کے نام پر شربت پلائیں، جاڑے میں چائے پلائیں اور نیک نیت پاک مال سے شربت، چائے، کھانے کو جتنا چاہیں لذیذ و بیش قیمت کریں سب خیر ہے، کھچڑا، پلاؤ، فرنی جو چاہیں اور بے دقت میسر ہو برادری میں بانٹیں، محتاجوں کو کھلائیں اپنے گھر والوں کو کھلائیں نیک نیت سے سب ثواب ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ مترجم ج۲۴،ص۴۹۳]

محرم اور صفر میں نکاح:

نکاح کسی بھی مہینے میں کر سکتے ہیں اس کے لئے شریعت میں کوئی ممانعت نہیں اور یہ جو بعض جاہل مسلمانوں میں مشہور ہے کہ محرم اور صفر کے مہینوں میں شادی نہیں کرنی چاہیے یہ سب بے بنیاد ہے، امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ محرم اور صفر میں بھی نکاح جائز ہے۔ چناں چہ امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں:

''نکاح کسی مہینے میں منع نہیں یہ غلط مشہور ہے''۔

[ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول، ص۹۵]

حقوق شناسی: ایک صالح اور مثالی معاشرہ کی ایک بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ اس میں ایک دوسرے کے مقام و مرتبہ اور قدر و منزلت کا مکمل خیال رکھا جائے، بڑا چھوٹوں پر شفقت کرے تو چھوٹا بڑوں کی تعظیم بجا لائے، اسی کی طرف آقائے کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''من لم یرحم صغیرنا و لم یوقر کبیرنا فلیس منا'' یعنی جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور جو ہمارے بڑوں کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں یعنی وہ شخص ہمارے اسلامی سماج میں سے نہیں کیوں کہ اسلامی معاشرہ ایک دوسرے کی قدر و منزلت کا درس دیتا ہے لہٰذا جن لوگوں میں اس درس اسلام پر عمل نہ ہو وہ اسلامی معاشرہ کا فرد نہیں ہوسکتا۔

فتاویٰ رضویہ کا اگر بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں آپسی حقوق شناسی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے اور یہ ہمارا مذہب کئی طرح کے حقوق کی تعلیم دیتا ہے جیسے استاذ کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، ماں باپ کے حقوق، پڑوسی کے حقوق، اولاد کے حقوق، عام مسلمانوں کے حقوق وغیرہ ذیل میں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے مجموعہ فتاوی العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ سے اس اجمال کی قدرے تفصیل ملاحظہ کریں۔

شاگرد پر اساتذہ کے حقوق:

ایک حرف بھی اگر کسی سے سیکھے تو زندگی بھر وہ اس کا شاگرد ہے مگر آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں ایک حرف کیا پوری کتاب پڑھنے کے بعد بھی استاذ کا حق دینا تو دور استاذ کہنا بھی پسند نہیں کرتے اور حد تو یہ ہے کہ وہ بھول جاتے ہیں کہ وہ ہمارے استاذ بھی ہیں یا نہیں بلکہ بسا اوقات جب کسی موقف یا نظریہ میں اپنے یا اپنے شیخ کی موافقت نہیں پاتے تو نہ صرف استاذ کے موقف کے مخالفت کرتے ہیں بلکہ زندگی بھر اس کے مخالفین میں اپنا نام درج کرا لیتے ہیں۔ استاذ کا مقام و مرتبہ کیا ہے امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

''اساتذہ و شیوخِ علومِ شرعیہ بلاشبہہ آبائے معنوی و آبائے روح ہیں جن کی حرمت وعظمت آبائے جسم سے زائد ہے کہ وہ بدرِ آب و گل ہے اور یہ پدرِ جان و دل۔ علامہ مناوی تیسیر جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

من علم الناس ذاك خير اب　　　ذا ابو الروح لا ابو النطف

یعنی استاد کا مرتبہ باپ سے زیادہ ہے کہ وہ روح کا باپ ہے، نہ نطفہ کا۔

علامہ حسن شرنبلالی ''غنیۃ ذوی الاحکام'' حاشیہ ''درروغرر'' میں فرماتے ہیں:

الوالد هو والد التربية فرتبته فائقة رتبة والد التبنية۔

یعنی اعلیٰ درجہ کا باپ استاد مربی ہے، اس کا مرتبہ پدرِ نسب کے مرتبہ سے زائد ہے۔

عین العلم شریف میں ہے:

يبر الوالدين فالعقوق من الكبائر، و يقدم حق المعلم على حقهما فهو سبب حياة الروح۔

ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرے کہ انھیں ناراض کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور استاد کے حق کو ماں باپ کے حق پر مقدم رکھے کہ وہ زندگیِ روح کا سبب ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں: ما كتبت عن احد حديثا الا و كنت له

عبدا ما حیی۔ میں نے جس کسی سے ایک حدیث بھی لکھی میں عمر بھر اس کا غلام ہوں۔

فتاویٰ بزازیہ وفتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

حق العالم علی الجاهل، وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء و هو ان لا یفتتح بالکلام قبله ولایجلس مکانه وان غاب ولایرد علی کلامه ولایتقدم علیه فی مشیه۔

عالم کا جاہل پر اور استاد کا شاگرد پر برابر یکساں حق ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے، وہ موجود نہ ہو جب بھی اس کی جگہ پر نہ بیٹھے، اس کی کوئی بات نہ اُلٹے، نہ اس سے آگے چلے۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۹، ص ۴۵۱-۴۵۲]

اولاد پر والدین کے حقوق:

یوں تو اولاد پر ماں باپ کے بے شمار حقوق ہیں جن میں سے بعض حقوق ظاہری زندگی کے ہیں اور بعض حقوق بعد وصال کے، ہم ذیل میں فتاویٰ رضویہ سے بعد وفات کے کچھ حقوق کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل وکفن ونماز ودفن ہے اور ان کاموں میں سنن ومستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی و برکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لیے دعا واستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ وخیرات واعمال صالحہ کا ثواب انھیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انھیں اور سب

مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کی ادا میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کی ادا میں امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی قرض رہ گیا تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا، حج نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا وعلی ھذا القیاس ہر طرح ان کی براءت ذمہ میں جد و جہد کرنا۔

(٦) انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کی نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعا اپنے اوپر لازم نہ ہوا گرچہ اپنے نفس پر بار ہو مثلا وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لیے کر گئے تو شرعا تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشخبری پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا مثلا ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا، تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لیے جانا، وہاں یٰسین

شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام وفاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا، ہمیشہ ان کا اعزاز واکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انہیں قبر میں بھی رنج پہنچائے۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴، ص ۳۹۱/۳۹۲]

والدین پر اولاد کے حقوق:

عام طور پر اولاد کو قرآن واحادیث اور اقوال صحابہ وتابعین سے والدین کے حقوق اور عظمت ورفعت سے مطلع کیا جاتا ہے اور اس عنوان پر جلسے جلوس کا انعقاد بھی ہوتا ہے لیکن یہ بہت کم دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کو اولاد کے حقوق بھی بتائے گئے ہوں، امام احمد رضا محدث بریلوی کی ذات ستودہ صفات اس میدان میں منفرد نظر آتی ہے کہ وہ جہاں فقہ وفتاویٰ کے ہر موضوع پر تحقیقی بحث کرتے ہیں وہیں امت مسلمہ کے دیگر مسائل ومعاملات پر بھی سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں۔ اولاد کے حقوق ماں باپ پر کیا ہیں؟ اس سلسلے میں نہ صرف ایک دو نصیحتیں وہدایتیں رقم کیں بلکہ اس موضوع پر مستقل رسالہ تحریر فرما کر اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت کے لیے والدین کو واضح رہنما خطوط پیش کئے، جس رسالہ کا نام "مشعلة الارشاد الیٰ حقوق الاولاد" (والدین پر اولاد کے حقوق کے بارے میں راہ نمائی کی قندیل) رکھی اور والدین کو اپنی اولاد کے حقوق اور تربیت کے اصول وآداب سے

آ گاہ کیا، اگر انہی اصول وخطوط پر عمل کیا جائے تو یقیناً مستقبل میں اولاد کے تعلق سے کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔اولاد کے دنیا میں وجود پذیر ہونے سے پہلے اور بعد میں اسلامی نقطہ نظر سے ماں باپ پر کیا کیا حقوق عائد ہوتے ہیں؟ آیئے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تحریر من وعن ملاحظہ کرتے ہیں:

''اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ "ان اشکر لی و لوالدیك" حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔مگر ولد کا حق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلق اسلام، پھر خصوص جوار، پھر خصوص قرابت، پھر خصوص عیال، ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے، اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد وآکد ہوتا جاتا ہے۔

علمائے کرام اپنی کتب جلیلہ مثل احیاء العلوم وعین العلوم و مدخل و کیمیائے سعادت و ذخیرۃ الملوک وغیرہا میں حقوق ولد سے نہایت مختصر طور پر کچھ تعرض فرمایا مگر میں صرف احادیث مرفوعہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرتا ہوں فضل الٰہی جل وعلا سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع وجامع واقع ہو کہ اس کی نظیر کتب مطولہ میں نہ ملے اس بارہ میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت میرے حافظہ ونظر میں ہیں انھیں بالتفصیل مع تخریجات لکھے تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادہ احکام۔ لہذا سر دست فقط وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کمال تلخیص واختصار کے ساتھ شمار کروں۔ و باللہ التوفیق:

(۱) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(۲) دین دار لوگوں میں شادی کرے کہ بچہ پر نانا و ماموں کی عادات کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(۳) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنمانہ کردے۔

(۴) جماع کی ابتدا بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہوجاتا ہے۔

(۵) اس وقت شرمگاہ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۶) زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔

(۷) مرد و زن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۸) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان وام الصبیان سے بچے۔

(۹) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے۔

(۱۰) ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لیے ایک پسر کے لیے دو کہ اس میں بچے کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

(۱۱) ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(۱۲) سر کے بال اتروائے۔

(۱۳) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(۱۴) سر پر زعفران لگائے۔

(۱۵) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔

(۱۶) برا نام نہ رکھے کہ بدفال بد ہے۔

(۱۷) عبداللہ، عبدالرحمٰن، احمد، حامد وغیرہا عبادت وحمد کے نام یا انبیا و اولیا یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کے دنیا و آخرت میں کام آتی ہے۔

(۱۸) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم و تکریم کرے۔

(۱۹) مجلس میں اس کے لیے جگہ چھوڑے۔

(۲۰) مارنے برا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(۲۱) جو مانگے بروجہ مناسب دے۔

(۲۲) پیار میں چھوٹے لقب بے قدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

(۲۳) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دو سال تک دودھ پلوائے۔

(۲۴) رذیل یا بدافعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

(۲۵) بچے کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن میں حفاظت بھی داخل۔

(۲۶) اپنے حوائج و ادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے اس میں عزیزوں قریبوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق عیال و اطفال کا ہے جو ان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

(۲۷) بچہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال

ناپاک ہی عادتیں ڈالتا ہے۔

(۲۸) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو انکی خواہش کے تابع رکھے جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے۔

(۲۹) خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر و لطف کا برتاؤ رکھے۔ انہیں پیار کرے بدن سے لپٹائے کندھے پر چڑھائے۔

(۳۰) ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے ان کی دل جوئی، دل داری، رعایت و محافظت ہر وقت حتی کہ نماز و خطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(۳۱) نیا میوہ پھل پہلے انہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں نئے کو نیا مناسب ہے۔

(۳۲) کبھی کبھی حسب ضرورت انہیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہے دیتا رہے۔

(۳۳) بہلانے کے لیے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(۳۴) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر و یکساں دے، ایک کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(۳۵) سفر سے آئے تو ان کے لیے کچھ تحفہ ضرور لائے۔

(۳۶) بیمار ہوں تو علاج کرے۔

(۳۷) حتی الامکان سخت و موذی علاج سے بچائے۔

(۳۸) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لا الہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔

(۳۹) جب تمیز آئے ادب سکھائے کھانے، پینے، ہنسنے،

بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق و آداب بتائے۔

(۴۰) قرآن مجید پڑھائے۔

(۴۱) استاذ نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کردے، اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

(۴۲) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۴۳) عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(۴۴) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان و عین ایمان ہے۔

(۴۵) حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و اولیا و علما کی محبت و عظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت و زیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(۴۶) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

(۴۷) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز و روزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدور و لسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل حرص و طمع، حبِ دنیا، حبِ جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۴۸) پڑھانے سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے۔

(۴۹) موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لیے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ افساد کا

اندیشہ ہے۔

(۵۰) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(۵۱) اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے کوڑا، قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(۵۲) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔

(۵۳) مگر زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بد مارِ بد سے بدتر ہے۔

(۵۴) نہ ہرگز ہرگز بہادر دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہا کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورۂ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکرِ زنان کا ذکر فرمایا ہے، پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہوسکتا ہے۔

(۵۵) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(۵۶) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔

(۵۷) جب جوان ہو شادی کر دے، شادی میں وہی رعایت قوم ودین وسیرت وصورت ملحوظ رکھے۔

(۵۸) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے امر وحکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق ونرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑ جائے۔

(۵۹) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(۶۰) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

یہ ساٹھ ۶۰ حق تو پسر و دختر سب کے ہیں بلکہ دو حق اخیر میں سب وارث شریک، اور خاص پسر کے حقوق سے ہے کہ اسے لکھنا، پیرنا، سپہ گری سکھائے۔ سورۂ مائدہ کی تعلیم دے۔ اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔ خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الٰہیہ جانے، اسے سینا پرونا کاتنا کھانا پکانا سکھائے، سورۂ نور کی تعلیم دے، لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمال فتنہ ہے، بیٹیوں سے زیادہ دل جوئی رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے، دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے، جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے، نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیر کے ساتھ سونے دے، اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے، شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے۔ اوران نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے، بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کرے گھر کو ان پر زنداں کر دے بالا خانوں پر نہ رہنے دے، گھر میں لباس وزیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں، جب کفو ملے نکاح میں دیر نہ کرے، حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے، زنہار کسی فاسق فاجر خصوصاً بد مذہب کے نکاح میں نہ دے۔

یہ اسّی (۸۰) حق ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے ان میں اکثر تو مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں۔ اور بعض کا آخرت میں مطالبہ ہو، مگر دنیا میں بیٹے کے لیے باپ پر گرفت و جبر نہیں، نہ بیٹے کو جائز کہ باپ

سے جدال ونزع کرے سوا چند حقوق کے کہ ان میں جبر حاکم و چارہ جوئی واعتراض کو دخل ہے۔

اول نفقہ کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا، نہ مانے تو قید کیا جائے گا حالاں کہ فروع کے اور کسی دین میں اصول محبوس نہیں ہوتے۔

فی "رد المحتار" عن "الذخیرة": لایحبس والد وان علا فی دین ولده و ان سفل الا فی النفقة لان فیه اتلاف الصغیر"

دوم رضاعت کہ ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا، بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا، واجب نہ دے تو جبراً لی جائے گی جب کہ بچے کا اپنا مال نہ ہو، یوں ہی ماں بعد طلاق و مرور عدت بے تنخواہ دودھ نہ پلائے تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی۔ کما فی "الفتح" و "ردالمحتار" وغیرهما۔

سوم حضانت کہ لڑکا سات برس، لڑکی نو برس کی عمر تک جن عورتوں مثلاً ماں نانی دادی بہن خالہ پھپھی کے پاس رکھے جائیں گے، اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے تو جبراً تنخواہ دلائی جائے گی۔ کما أوضحه فی "رد المحتار"

چہارم بعد انتہائے حضانت بچہ کو اپنی حفظ و صیانت میں لینا باپ پر واجب ہے اگر نہ لے گا حاکم جبر کرے گا۔ کما فی رد المحتار عن شرح المجمع۔

پنجم ان کے لیے ترکہ باقی رکھنا کہ بعد تعلق حق ورثہ یعنی بحالت مرض الموت مورث اس پر مجبور ہوتا ہے یہاں تک کہ ثلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں۔

ششم اپنے بالغ پسر خواہ دختر کو غیر کفو سے بیاہ دینا یا مہر

مثل میں غبن فاحش کے ساتھ مثلا دختر کا مہر مثل ہزار ہے پانچ سو پر نکاح کر دیا یا بہو کا مہر مثل پانچ سو ہے ہزار باندھ لینا یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا دختر کا کسی ایسے شخص سے جو بد مذہب یا نسب یا پیشہ یا افعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو جس کے باعث اس سے نکاح موجب عار ہو ایک بار تو ایسا نکاح باپ کا کیا ہوا نافذ ہوتا ہے جب کہ نشہ میں نہ ہو مگر دوبارہ اپنے کسی نابالغ بچے کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہوگا۔ کما قدمنا فی النکاح

ہفتم ختنہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں سلطان اسلام انہیں مجبور کرے گا نہ مانیں گے تو ان پر جہاد فرمائے گا۔ کما فی "الدر المختار" و الله تعالیٰ اعلم.

[فتاوی رضویہ جدید ج۱۵،ص۲۵۱ تا ۲۵۶]

زوجین کے حقوق:

''زن و شوہر میں ہر ایک کے دوسرے پر حقوق کثیرہ واجب ہیں، ہاں شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد وآکد، ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے یعنی زوجہ کا حق اس سے بلکہ باپ سے بھی کم ذلك بما فضل الله بعضهم علی بعض .'' [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴،ص۳۹۱ ملخصاً]

حقوق زوجین کا یہ اجمالی ذکر تھا دوسرے مقام پر اس کی تفصیل یوں مرقوم ہے۔

شوہر پر بیوی کے حقوق:

نفقہ، سکنی، مہر، حسن معاشرت، نیک باتوں اور حیا و حجاب کی تعلیم و تاکید اور اس کے خلاف سے منع التہدید، ہر جائز بات میں اس کی دلجوئی اور مردان خدا کی سنت پر عمل کی توفیق ہو تو ماورائے

مناہی شرعیہ میں اس کی ایذا کا تحمل کمال خیر ہے اگر چہ یہ حق زن نہیں۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴،ص ۳۷۱]

بیوی پر شوہر کے حقوق:

امور متعلقہ زن شوی میں مطلقاً اس کی اطاعت کہ ان امور میں اس کی اطاعت والدین پر بھی مقدم ہے، اس کے ناموس کی بشدت حفاظت، اس کے مال کی حفاظت، ہر بات میں اس کی خیر خواہی، ہر وقت امور جائز میں اس کی رضا کا طالب رہنا، اسے اپنا مولیٰ جاننا، نام لے کر نہ پکارنا، کسی سے اس کی بیجا شکایت نہ کرنا، اور خدا توفیق دے تو بجا سے بھی احتراز کرنا، بے اس کی اجازت کے آٹھویں دن سے پہلے والدین یا سال بھر سے پہلے اور محارم کے یہاں جانا، وہ ناراض ہو تو اس کی انتہائی خوشامد کر کے اسے منانا، اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ کر کہنا کہ یہ میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ تم راضی ہو یعنی میں تمہاری مملوکہ ہوں جو چاہو کرو مگر راضی ہو جاؤ۔[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴،ص ۳۷۱]

پیر پر مرید کے اور مرید پر پیر کے حقوق کیا ہیں؟

بعض اہل ارادت جب تک بیعت و ارادت کے دامن سے وابستہ نہیں ہوتے ہیں عموماً شیوخ کی محبت ان کے دل میں پیوست نہیں ہوتی ہے اور وہی مرد مومن جب کسی شیخ [خواہ اس میں جامع شرائط ہو یا نہ ہو] کے دامن سے وابستہ ہو جاتے ہیں تو وہ اب اپنے شیخ سے نہ صرف بے پناہ محبت کرنے لگتے ہیں بلکہ اپنے شیخ کو موجودہ تمام شیوخ سے افضل و اعلیٰ تصور کرتے ہیں جو بلاشبہہ بیعت و ارادت کے قانون کے عین مطابق ہے۔

ایک مرید صادق جو علم و عمل، فضل و کمال اور فکر و تدبر جیسے نعمت عظمیٰ سے آراستہ ہو تو وہ دوسرے شیخ کے مریدوں سے یہ تقاضہ نہیں کرتا کہ جس طرح میں اپنے شیخ سے محبت کا حق ادا کرتا ہوں اسی طرح وہ بھی کرے۔لیکن ایک ناعاقبت اندیش مرید خواہ وہ تعلیم

یافتہ ہو یا نہ ہو شیخ کی محبت میں اس قدر مست ہو جاتا ہے کہ وہ دوسرے شیوخ کے مرید وں سے مطالبہ کرتا ہے کہ جس طرح میں اپنے شیخ سے محبت کرتا ہوں اسی طرح وہ بھی میرے شیخ سے محبت کرے۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس شخص کو وہ اپنے قائم کردہ اصول پر قائم نہیں پاتا ہے تو وہ اس کے ساتھ نہ صرف نشست و برخاست کم کرتا ہے بلکہ ان کے تعلق سے بے شمار بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پیدا کر لیتا ہے بلکہ بسا اوقات انہیں راہ حق سے برگشتہ تصور کرتا ہے۔ جب کہ راہ سلوک ومعرفت کا اصول یہ ہے کہ بندۂ مؤمن جب کسی جامع شرائط پیر سے مرید ہو تو انہیں موجودہ شیوخ میں سب سے افضل ضرور جانے لیکن دوسرے شیوخ کی تنقیص وتوہین ہرگز نہ کرے دوسرے مریدوں سے یکساں محبت کا تقاضہ کرنا نہ صرف عقل و درایت کے خلاف ہے بلکہ طریقت کے اصول کے بھی خلاف ہے۔امام احمد رضا فاضل بریلوی سے سوال ہوا کہ مرید کے پیر پر کیا حقوق ہیں اور پیر کے مرید پر کیا کیا حقوق ہیں تو اس کے جواب میں پیر ومرید کے حقوق وفرائض جامع اور اچھوتے انداز میں لکھتے ہیں:

پیر پر مرید کے حقوق:

''مرید کا پیر پر حق یہ ہے کہ اسے مثل اپنی اولاد کے جانے، جو بات بری دیکھے اس سے منع کرے، روکے، نیکیوں کی ترغیب دے، حاضر و غائب اس کی خیر خواہی کرے، اپنی دعا میں اسے شریک کرے، اسی کی طرف سے براہِ نادانی جو گستاخی بے ادبی واقع ہو اس سے درگزر کرے، اس پر اپنے نفس کے لیے ناراض نہ ہو، اس کی ہدایت کے لیے غصہ ظاہر کرے اور دل میں اس کی بھلائی کا خواستگار رہے، اس کے مال سے کچھ طلب نہ رہے، تابمقدور اس کی ہر مشکل میں مددگار رہے وغیرہ وغیرہ۔'' [فتاویٰ رضویہ م ج ۲۴، ص ۳۶۸-۳۶۹]

مرید پر پیر کے حقوق:

''پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے

کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، اس کی رضا کو اللہ کی رضا اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے، اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے، مال اولاد جان سب اس پر تصدق کرنے کو تیار رہے، اس کی جو بات اپنی نظر میں خلاف شرع بلکہ معاذ اللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے، نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے، دوسرے کو اگر آسمان پر اڑتا دیکھے جب بھی پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے، ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے، اس کے حضور بات نہ کرے، ہنسنا تو بڑی چیز ہے، اس کے سامنے آنکھ کان دل ہمہ تن اسی کی طرف مصروف رکھے، جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہو جائے، اس کے کپڑوں، اس کے بیٹھنے کی جگہ، اس کی اولاد، اس کے مکان، اس کے محلّہ، اس کے شہر کی تعظیم کرے، جو وہ حکم دے کیوں نہ کہے، دیر نہ کرے، سب کاموں پر اسے تقدیم دے، اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے، اس کی موت کے بعد بھی اس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے، روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت و عافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے، اور اگر انتقال ہو گیا تو روزانہ اس کے نام پر فاتحہ و درود کا ثواب پہنچائے، اس کے دوست کا دوست، اس کے دشمن کا دشمن رہے، غرض اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس کے علاقہ کو تمام جہان کے علاقہ پر دل سے ترجیح دے اور اسی پر کار بند رہے وغیرہ وغیرہ، جب یہ ایسا ہو گا تو ہر وقت اللہ عزوجل و سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد زندگی میں، نزع میں، قبر میں، حشر

میں، میزان پر، صراط پر، حوض پر، ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی، اس کا پیرا گر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے، یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحب سلسلہ حضور پرنور غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر یہ سلسلہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان سے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان سے اللہ رب العالمین تک مسلسل چلا گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بیعت کا جامع ہو، پھر اس کا حسن اعتقاد سب کچھ پھل لاسکتا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴، ص ۳۶۹]

کفار کی صحبت اور ان سے دوستی اشد حرام:

کفار ناہنجار اور مشرکین فجار اعتقادی طور پر سراپا نجس و ناپاک ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''**انما المشرکون نجس**'' مسلمانوں کو ان کی صحبت روا نہیں کہ بروں کی صحبت براہی بنائے گی اور صحبت کا اثر نا قابل انکار حقیقت اور مسلم الثبوت امر ہے، یونہی مسلمانوں کو کافروں سے موالات و دوستی حرام ہے لیکن دیگر امور کی طرح آج مسلمانوں کے اندر اس معاملے میں بھی سخت سستی و کاہلی نظر آ رہی ہے، لوگ بے سوچے سمجھے اللہ و رسول کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر کافروں کی صحبت اختیار کرنے، ان کے ساتھ بے تکلف کھانے پینے، رہنے سہنے اور دیگر امور انجام دینے میں ذرہ برابر بھی خوف نہیں محسوس کرتے جبکہ ان کی دوستی اور ان کی صحبت، ایمان کے لیے زہر قاتل سے کم نہیں ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بچند وجوہ کافروں کے ساتھ بے تکلف کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، ان کی دوستی اپنانے کی حرمت بیان کی اور اس سے سخت پرہیز کرنے کی تلقین فرمائی ہے یہاں اختصار کے ساتھ چند وجوہات بیان کئے جاتے ہیں۔

اول: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ''و اما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین'' ترجمہ: اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ اور کافر سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ قال اللہ جل جلالہ: ''فمن اظلم

مـمن كذب على الله و كذب بالصدق اذ جاء ۂ" ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے۔

دوم: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مـن جامع المشرك و سـكن معه فانه مثله" ترجمہ: جو مشرک سے یکجا ہوا اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔

سوم: فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "انـا بـرئ من كل مسـلم مع مشرك لا ترىٰ ناراهما" ترجمہ: میں بیزار ہوں اس مسلمان سے جو مشرکوں کے ساتھ ہو، مسلمان اور کافر کی آگ آمنے سامنے نہ ہونا چاہیے یعنی دوری لازم ہے۔

چهارم: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

"لاتصاحب الا مومناً و لا ياكل طعامك الا تقى"

ترجمہ: صحبت نہ رکھ مگر ایمان والوں سے اور تیرا کھانا نہ کھائیں مگر پرہیزگار۔

پنجم: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

"انـمـا مثـل الجليس الصالح و جليس السوء كحامل المسك و نافخ الكير فحامل المسك اما ان يحذيك و اما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ريحا طيبة و نافخ الكير اما ان يحرق ثيابك اما ان تجد منه ريحا خبيثة"

ترجمہ: نیک ہم نشین اور بد جلیس کی مثال یوں ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ویسے ہی دے گا یا تو اس سے مول لے گا، اور کچھ نہ سہی تو خوشبو تو آئے گی، اور وہ دوسرا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان اٹھاتا ہے۔

ششم: حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اياك و قرين السوء فانك به تعرف"

ترجمہ: برے مصاحب (ساتھی) سے بچ کہ تو اسی کے ساتھ پہچانا جائے گا۔

ہفتم: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "اعتبـروا الـصـاحـب

بالصاحب"

ترجمہ: آدمی کواس کے ہمنشین (ساتھی) پر قیاس کرو۔

ھشتم: حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"لاتجالسوا اھل القدر و لاتفاتحوھم"

ترجمہ: منکرانِ تقدیر کے پاس نہ بیٹھو، نہ انہیں اپنے پاس بٹھاؤ، نہ ان سے سلام کلام کی ابتدا کرو۔

نھم: حدیث میں ہے سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ان اللہ اختارنی و اختارلی اصحابا و اصھارا وسیاتی قوم یسبّونھم و ینتقصونھم فلاتجالسوھم و لاتشاربوھم ولاتوأکلوھم ولاتناکحوھم"

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب و اصہار پسند کئے اور قریب ایک قوم آئے گی کہ انہیں برا کہے گی اور ان کی شان گھٹائے گی۔ تم ان کے پاس مت بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا۔

جب اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے برا کہنے والوں کے لیے یہ حکم ہیں تو اہل کفر اور عیاذاً باللہ خدا اور رسول کی جناب میں صریح گستاخیاں کرنے والوں کی نسبت کس قدر سخت حکم چاہیے۔

دھم: تجربہ شاہد کہ ساتھ کھانا مورث محبت و وداد ہوتا ہے اور کفار کی موالات سمِ قاتل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "و من یتولھم منکم فانه منھم"

ترجمہ: جوتم میں ان سے دوستی رکھے گا انہیں میں سے شمار کیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"المرء مع من احب"

ترجمہ: آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہے یعنی حشر میں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"من احب قوماً حشرہ اللہ فی زمرتھم"

ترجمہ: ہر قوم کے دوستوں کو اللہ تعالیٰ انھیں کے گروہ میں اٹھائے گا۔

یـــازدھــم: صحبت قطعاً مؤثر ہے اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب متقلب (پلٹنے والی) والعیاذ باللہ رب العالمین، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"انما سمی القلب من تقلبه انما مثل القلب مثل ریشة بالفلاة تعلقت فی اصل شجرة تقلبها الریاح ظهر البطن"

یعنی دل کو قلب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے پلٹی دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی اُلٹا۔

اسی لیے مولوی معنوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

ترجمہ: اچھے آدمی کی مجلس تجھے اچھا کر دے گی اور برے کی مجلس تجھے برا بنا دے گی۔

دور شو از اختلاطِ یارِ بد　　یارِ بد بدتر از مارِ بد

ترجمہ: جب تک ہو سکے برے ساتھی سے دور رہ کیوں کہ برا ساتھی برے سانپ سے بھی برا ہے۔

مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند　　یارِ بد بر جان و بر ایماں زند

ترجمہ: کیوں کہ برا سانپ صرف جان کو ڈستا ہے جبکہ برا ساتھی جان و ایمان دونوں پر ضرب لگاتا ہے۔

یہ آفت سب سے اشد ہے والعیاذ باللہ و لاحول و لاقوۃ الا باللہ **بالجملہ** بلاضرورتِ شرعیہ اس امر کا مرتکب نہ ہوگا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مبائن، سبحان اللہ کتنے شرم کی بات ہے کہ آدمی کے ماں باپ کو اگر گالی دے اس کی صورت دیکھنے کو روادار نہ رہے اور خدا اور رسول کو برا کہنے والوں کو ایسا یارِ غار بنائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴، ص ۳۱۱-۳۱۹]

غیروں سے مشابہت:

اچھوں کی صحبت اور ان کی نقل بھی اچھی ہوتی ہے، جب کوئی اچھوں کی سی

صورت وسیرت اختیار کرتا ہے تو اس کا وجود اچھائیوں کے نور سے منور اور جگمگانے لگتا ہے اسی لیے اسلام نے اچھوں کی صحبت ومعیت اختیار کرنے کی ترغیب دی اور اس کے فوائد و ثمرات بیان کئے، اس کے برعکس بدوں کی صحبت و معیت اور ان کی مجالست بری بلکہ برے اخلاق و کردار کا باعث، حق سے روگردانی کا سبب اور اللہ کی رحمت سے دوری کا ذریعہ ہے اسی لیے شارع علیہ السلام نے غیروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا اور اس پر وعید شدید سنائی چناں چہ یہ حدیث شریف بہت مشہور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من تشبہ بقوم فھو منھم" [سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب لبس الشہرۃ] یعنی جس نے کسی غیر قوم کی مشابہت کی وہ اسی قوم کا ہے، فتاویٰ رضویہ میں اس کے تفصیلی احکام بیان کیے گئے ہیں یہاں ان سب کا ماحصل اور خلاصہ حاضر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"تَشَبُّہ دو وجہ پر ہے: (۱) التزامی (۲) لزومی۔

التزامی: یہ ہے کہ یہ شخص کسی قوم کے طرز و وضع خاص اسی قصد سے اختیار کرے کہ ان کی سی صورت بنائے ان سے مشابہت حاصل کرے حقیقۃً تشبہ اسی کا نام ہے۔ اور **لزومی:** یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں مگر وہ وضع اس قوم کا شعار خاص ہو رہی ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہوگی۔

التزامی: میں قصد کی تین صورتیں ہیں۔

اول: یہ کہ اس قوم کو محبوب و مرضی جان کر ان سے مشابہت پسند کرے یہ بات اگر مبتدع کے ساتھ ہو بدعت اور کفار کے ساتھ معاذ اللہ کفر، من تشبہ بقوم فھو منھم حقیقۃً صرف اسی صورت سے خاص ہے۔

دوم: کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اسے اختیار کرے وہاں اس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ نہ ہوگا اگر

ضرورت غالب ہوتو بقدر ضرورت کا وقت ضرورت یہ تشبیہ کفر کیا معنی ممنوع بھی نہ ہوگا جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس کے ذریعہ سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالیٰ برہانہ کے زمانے میں جبکہ تمام کفارِ یورپ نے سخت شورش مچائی تھی دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور اس آتشِ تعصب کو بجھا دیا۔[فتاویٰ رضویہ ج۲۴،ص۵۳۰۔۵۳۱]

سوم: نہ تو انہیں اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حامل ہے بلکہ کسی نفع دنیوی کے لیے یا یوہیں ہی بطور ہزل واستہزا (مذاق) اس کا مرتکب ہوا (انجام دیا) تو حرام وممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگر وہ وضع ان کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنّار، قشقہ، چُٹیا، چلیپا، تو علمانے اس صورت میں بھی حکم کفر دیا اور فی الواقع صورت استہزا میں حکم کفر ظاہر ہے کمالا یخفٰی۔اور لزومی میں بھی حکم ممانعت ہے جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں جیسے انگریزی ٹوپی، انگریزی منڈا، جاکٹ، پتلون، اُلٹا پردہ اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں تو ان سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ و لہٰذا علمانے فساق کی وضع کے کپڑے موزے سے ممانعت فرمائی۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج۲۴،ص۵۳۰تا۵۳۲]

اس تحقیق سے روشن ہو گیا کہ تشبہ وہی ممنوع ومکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شئ ان بدمذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔

غیروں سے مشابہت (تشبہ بالغیر) کی پچیس صورتیں:

آج کل جدت پسندی کے نام پر ہماری موجودہ نسل یورپ کے رنگ میں مکمل

رنگ چکی ہے، زندگی کے ہر شعبے (کھانا، پینا اوڑھنا، بچھونا، شادی بیاہ) میں لڑکوں کو زنانہ وضع اور لڑکیوں کو مردانہ وضع قطع اختیار کرنا بہت معمولی سی بات بن گئی ہے، کوئی اسے گناہ تو دور اسلام مخالف سمجھنے کو تیار نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم ارادی یا غیر ارادی طور پر اسلام مخالف وضع قطع اپنا کر خود کو ہلاکت کے دہانے پر لے جا چکے ہیں کیوں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے مردوں کو زنانہ اور عورتوں کو مردانہ وضع کے لباس اور دیگر امور ناجائز و حرام اور موجب لعنت ہیں، چناں چہ حدیث شریف میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے بیان کیا:

"قال رسول الله عليه السلام لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء و المتشابهات من النساء بالرجال"[بخاری شریف، كتاب اللباس، باب المتشبهين]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں سے تشبہ کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے تشبہ کریں۔

مذکورہ حدیث شریف ایک اصل کلی کا درجہ رکھتی ہے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے تحت تقریباً ۲۵؍مسائل درج فرمائے ہیں کہ جن کی طرف عموماً ہماری توجہ نہیں جاتی ذیل میں اختصاراً انہیں ملاحظہ کریں اور عمل کی کوشش بھی۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ حدیث شریف کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

یہ اصل کلی ہے، اس کے فروع دیکھیے:

مسئلہ [۱]: زنانِ عرب جو اوڑھنی اوڑھتیں حفاظت کے لیے سر پر پیچ دے لیتیں اس پر ارشاد ہوا کہ ایک پیچ دیں دو نہ ہوں کہ عمامہ سے مشابہت نہ ہو، عورت کو مرد، مرد کو عورت سے تشبہ حرام ہے۔

مسئلہ [۲]: ایک عورت کندھے پر کمان لگائے گزری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "لعن الله المتشابهات من النساء بالرجال" یعنی اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے تشبہ کریں۔

مسئلہ [۳]: عورتوں کو حکم فرمایا کہ ہاتھوں میں مہندی لگائیں کہ مردوں کے

ہاتھ سے تشبہ نہ ہو۔

مسئلہ [۴]: جامع ترمذی میں سیدنا بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: "نظفوا افنیتکم و لاتشبھوا بالیھود"یعنی اپنے پیشِ دروازہ زمینیں ستھری رکھو یہودیوں سے تشبہ نہ کرو کہ جب سے ان پر ذلت ومسکنت ڈالی گئی ان کی زمینیں میلی کثیف رہتیں۔ یہاں محض ایک بیرونی شئ پر جسے جسم ولباس سے بھی علاقہ نہیں تشبہ فرمایا گیا۔

مسئلہ [۵]: سنن ابی داؤد میں ابن ابی ملیکہ سے ہے: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی گئی ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردانی وضع اختیار کریں۔

مسئلہ [٦]: نماز میں کسی فعل وحالت میں اہل کتاب سے تشبہ منع ہوا اور نماز مسلمین کا اپنے عامہ افعال وصفت وہیأت میں ان کی نماز سے جدا ہونا مانع تشبہ نہ ہوا اسی لیے امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

مسئلہ [۷]: اسی لیے امام کا سب مقتدیوں سے بلندی ممتاز پر ہونا مکروہ ہوا، فقہائے کرام نے اس کی علت یہ قرار دی کہ یہ رویہ اہلِ کتاب سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے امام کے لیے (سب سے الگ) ایک نمایاں، ممتاز اور بلند چبوترہ متعین کرتے تھے۔

مسئلہ [۸]: نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو مفسد نماز ہے، صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ نماز صحیح مانتے ہیں مگر مشابہت اہل کتاب کے باعث مکروہ جانتے ہیں۔

مسئلہ [۹]: جہاں جاندار کی تصویر کھلی ہوئی بےاہانت رکھی ہو اگرچہ نمازی کے پسِ پشت، وہاں نماز بوجہ تشبہ مکروہ ہے۔

مسئلہ [۱۰]: یونہی جہتِ قبلہ میں اگر صلیب ہو نماز مکروہ ہے کہ نصاریٰ سے تشبہ ہے۔

مسئلہ [۱۱]: مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام

ہے کہ عورتوں سے تشبہ ہے۔

مسئلہ [۱۲]: عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو ملعونہ کہ مردوں سے تشبہ ہے۔

مسئلہ [۱۳]: مرد کو اپنا وسط سر کھلوانا جسے پان بنوانا کہتے ہیں حلال ہے جبکہ اطراف کے بال باقی رکھے اور گوندھے نہیں ورنہ پیشانی یا قفا کے بال مونڈنا مجوس سے تشبہ ہے اور گوندھنا بعض دیگر کفار سے۔

مسئلہ [۱۴]: مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے دو یا زیادہ نگ حرام کہ زیورِ زنان ہو گیا۔

مسئلہ [۱۵]: چاندی کی مردانی انگوٹھی عورت کو نہ چاہیے اور پہنے تو زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔

مسئلہ [۱۶]: مرد کو عورت کی طرح چرخہ کاتنا مکروہ ہے کہ زنانہ کام ہے تشبہ ہوگا۔

مسئلہ [۱۷]: بلاضرورتِ صحیحہ عورت کو گھوڑے پر چڑھنا منع ہے کہ مردانہ کام ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی۔

مسئلہ [۱۸]: مرد سیدھے ہاتھ میں انگوٹھی نہ پہنے کہ رافضیوں کا شعار ہے۔

مسئلہ [۱۹]: بعض اعصار و امصار میں ایک ٹوپی لباسِ روافض تھی علماء نے فرمایا اس کا پہننا گناہ ہے۔

مسئلہ [۲۰]: یہ تو مرد و عورت کا تشبہ تھا یا گمراہ سے پھر معاذ اللہ اس کی خباثت کا شمار جس میں کفار سے تشبہ ہو، ائمہ دین نے فرمایا بلاضرورت شرعیہ مجوس کی ٹوپی پہننی کفر ہے اگرچہ ہنسی سے پہنے اور اگر کوئی پہنے اور اس پر اعتراض ہو تو کہے دل مستقیم چاہیے کپڑا کسی وضع کا ہو، وہ کافر ہو جائے گا کہ اس نے احکام شریعت کو رد کیا۔

مسئلہ [۲۱]: وضع کفار کی ٹوپی الگ رومال اس شکل پر بنا کر سر پر رکھنا بھی حرام ہے یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اس صورت میں حکم کفر دیا۔

مسئلہ [۲۲-۲۳]: ماتھے پر قشقہ تلک لگانا یا کندھے پر صلیب رکھنا کفر ہے۔

مسئلہ [۲۴]: زُنّار باندھنا کفر ہے۔

مسئلہ [۲۵]: زُنّار بھی نہیں کوئی رسی کاٹکڑا کمر سے باندھا کسی نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا: زُنّار، کافر ہوجائے گا۔[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴،ص ۵۳۶تا۵۵۱]

اللہ عز وجل کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کی لازوال تعلیمات اور روشن ہدایات پر عمل کی توفیق خیر عطا فرمائے اور آپ کے درجات میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

درود شریف کی جگہ صرف صلعم یا ع یا م یا ص یا صللم لکھنا منع ہے:

بعض لوگ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے آگے صرف **صلعم** یا ع یا ص وغیرہ لکھتے ہیں جبکہ یہ منع ہے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

''درود شریف کی جگہ جو عوام و جہال **صلعم** یا ع یا م یا ص یا **صللم** لکھا کرتے ہیں، محض مہمل و جہالت ہے،القلم احد اللسانین جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا، درود لکھنے کا کام نہ دے گا، ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ ''فبدل الذین ظلموا منهم قولا غير الذى قيل لهم'' میں نہ داخل ہوں۔نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے۔'' صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ [فتاویٰ رضویہ امام احمد رضا اکیڈمی، ج ۷،ص ۱۷۹]

فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا کیسا؟

بعض لوگ کسی ولی اللہ کے نام سے فرضی مزار بناتے ہیں حالانکہ اصل میں اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا ہے بنوا کر اس پر چادر چڑھاتے اور فاتحہ کرتے ہیں اور اس کا ادب اس طرح کرتے ہیں گویا کہ یہ اصل مزار ہے۔اور اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ خواب میں میرے مرشد نے مجھے فلاں بزرگ کا مزار بنانے کی اجازت دی ہے۔اس تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

''فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا
ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع
نہیں ہوسکتی''۔ [فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۷، ص ۲۵۹]

مردوں کو ٹخنوں کے نیچے تک پاجامہ پہننا کیسا ہے؟

مردوں کو تہبند اور پائجامہ نیچے کی جانب کہاں تک ہونے چاہیے اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ شرعی حکم بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''پائچوں کا کعبین سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے
ہیں اگر براہ عجب وتکبر ہے تو قطعاً ممنوع وحرام ہے اور اس پر وعید
شدید وارد اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز
ہے، "لاباس به كما يرشدك اليه التقييد بالبطر والمخيلة"
یعنی اس میں حرج نہیں جیسا کہ اس کی طرف "البطر والمخيلة" کی
قید لگانا تمہاری رہنمائی کر رہا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری ازار ایک جانب
سے لٹک جاتی ہے، فرمایا: تو ان میں سے نہیں جو ایسا براہ تکبر کرتا ہو۔
''

[فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۲، ص
۱۶۴]

مرد و عورت کو چوڑی دار پاجامہ پہننا کیسا؟

لباس میں تین امور کی رعایت ہونی چاہیے۔ اول: یہ کہ اصل میں اس کا استعمال کرنا جائز ہو مثلاً جیسے ریشمی لباس عورتوں کے لیے جائز ہے تاہم مردوں کو منع ہے۔ دوم: یہ کہ ستر کی رعایت ہو، ایسا تنگ اور چست نہ ہو کہ باہر سے اعضا کی گولائی یا موٹائی نظر آئے۔ سوم: یہ کہ لباس کی وضع کا لحاظ رکھا جائے کہ کافروں کی شکل وصورت اور فاسقوں کے طرز و طریقے پر نہ ہو، چوں کہ چوڑی دار پائجامہ تنگ و چست ہونے کے سبب قابل ستر نہیں نیز یہ فاسقوں کی وضع بھی ہے لہذا مرد و عورت کو چوڑی دار پائجامہ پہننا جائز نہیں،

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

یونہی تنگ پائچے بھی نہ چوڑی دار ہوں نہ ٹخنوں سے نیچے، نہ خوب چست بدن سے سِلے، کہ یہ سب وضع فساق ہے، اور ساتر عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی، کپڑے پہنے ننگیاں، اس کی وجوہ تفسیر سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ چست ہوں گے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اوپر سے بتائیں گے جیسے بعض لکھنؤ والیوں کی تنگ شلواریں چست کرتیاں، ردالمحتار میں ہے:

"فی الذخیرة وغیرها ان کان علی المرأة ثیاب فلاباس ان یتامل جسدها اذا لم تکن ثیابها ملتزقة بها بحیث نصف ما تحتها" ذخیرہ وغیرہ میں ہے کہ اگر عورت نے لباس پہن رکھا ہو تو اس کے جسم کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ لباس اس قدر تنگ اور چست نہ ہو کہ سب کچھ عیاں ہونے لگے۔" [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۲، ص ۱۶۲-۱۶۳]

عورتوں کا خوش الحانی سے نعت ومنقبت پڑھنا کیسا؟

یہ بہت خوش آئندہ بات ہے کہ ادھر کچھ سالوں سے مسلم بچوں کی طرح مسلم بچیوں میں بھی دینی بیداری پیدا ہوئی ہے اور دینی علوم کی تحصیل میں مسلم بچیاں بھی دلچسپی لینے لگی ہیں لیکن دیگر میدانوں کی طرح اس میدان میں بھی کئی طرح کے مفاسد پیدا ہو چکے ہیں جیسے خوش الحانی کے ساتھ اتنی آواز سے نعت ومنقبت یا بیان کرنا کہ جسے غیر مرد بھی سنیں، اس معاملے میں بڑی غفلت وسستی برتی جارہی ہے جس کے سبب آئے دن کئی قسم کے بے حیائی کے واقعات رونما ہو رہے ہیں جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کی آواز بھی قابل ستر ہے، اس سلسلے میں امام احمد رضا فاضل بریلوی سے صاف اور واضح سوال ہوا کہ :عورتوں کا بیان میلاد شریف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زنانی محفل میں بآوازِ بلند نثر و نظم پڑھنا اور نظم خوش آوازی ولحن کے ساتھ پڑھنا اور مکان کے باہر سے ہمسایہ کے مردوں اور نامحروں کا سننا تو ایسا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

تو اس کے جواب میں آپ لکھتے ہیں:

''عورت کا خوش الحانی سے بآواز ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے حرام ہے، نوازل امام فقیہ ابواللیث میں ہے: نغمة المرأة عورة یعنی عورت کا خوش آواز کر کے کچھ پڑھنا ''عورت'' یعنی محل ستر ہے، کافی امام البرکات نسفی میں ہے: لاتلبی جھرا لان صوتھا عورة عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ پڑھے اس لیے کہ اس کی آواز قابلِ ستر ہے۔

امام ابو العباس قرطبی کی کتاب السماع پھر بحوالہ علامہ مقدسی امداد الفتاح علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار علامہ شامی میں ہے:

لانجیز لھن رفع اصواتھن و لاتمطیطھا و لاتلیینھا و تقطیعھا لما فی ذلك من استمالة الرجال الیھن و تحریك الشھوات منھم و من ھذا لم یجز ان توذن المرأة۔

عورتوں کو اپنی آوازیں بلند کرنا، انہیں لمبا اور دراز کرنا، ان میں نرم لہجہ اختیار کرنا اور ان میں تقطیع کرنا (یعنی کاٹ کاٹ کر تحلیلی عروض کے مطابق) اشعار کی طرح آوازیں نکالنا، ہم ان سب کاموں کی عورتوں کو اجازت نہیں دیتے اس لیے کہ ان سب باتوں میں مردوں کا ان کی طرف مائل ہونا پایا جائے گا اور ان مردوں میں جذباتِ شہوانی کی تحریک پیدا ہوگی، اسی وجہ سے عورت کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اذان دے۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۲،ص ۲۴۲-۲۴۳]

تلاوت قرآن پر اجرت حرام اور جواز کے طریقے:

تلاوتِ قرآن پر اجرت لینا دینا دونوں ناجائز و گناہ مگر آجکل تلاوت پر اجرت لینا عام سی بات ہوگئی ہے جب کہ یہ حرام ہے حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں کہ:

''آج کل اکثر رواج ہوگیا ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں یہ

ناجائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے یہ دیں گے، بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے، اگر چہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ ''المعروف کالمشروط'' ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دونگا یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں کہ الصریح یفوق الدلالۃ۔'' [بہارشریعت حصہ۱۴،ص۶۹۲]

امام احمد رضا قدس سرۂ عامۂ مسلمین کو امر حرام سے بچانے کے لیے اس اجارہ کی صحت وحلت کے دو طریقے ذکر فرمائے، جیسا کہ رقمطراز ہیں:

''پس اگر قرارداد کچھ نہ ہو، نہ وہاں لین دین معہود ہوتا ہو تو بعد کو بطور صلہ وحسن سلوک کچھ دے دینا جائز، بلکہ حسن ہوتا ہے'' ''ھل جزاء الاحسان الا الاحسان'' ''واللہ یحب المحسنین'' مگر جبکہ اس طریقہ کا وہاں عام رواج ہے، تو صورت ثانیہ میں داخل ہو کر حرام محض ہے، اب اس کے حلال ہونے کے دو طریقے ہیں:

اول: یہ کہ قبل قراءت پڑھنے والے صراحۃً کہہ دیں کہ ہم کچھ نہ لیں گے پڑھوانے والے صاف انکار کردیں کہ تمھیں کچھ نہ دیا جائے گا، اس شرط کے بعد وہ پڑھیں اور پھر پڑھوانے والے بطور صلہ جو چاہیں دے دیں، یہ لینا دینا حلال ہوگا۔ لانتفاء الاجارۃ بوجھیھا، اما اللفظ فظاھر واما العرف فلانھم نصوا علی نفیھا والصریح یفوق الدلالۃ فلم یعارضہ العرف المعھود کما نص علیہ الامام فقیہ النفس قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ فی الخانیۃ وغیرہ فی غیرھا من السادۃ الربانیۃ۔

دوم: پڑھوانے والے پڑھنے والوں سے بہ تعیین وقت و اجرت ان سے مطلق کارخدمت پر پڑھنے والوں کو اجارے میں لے لیں، مثلاً یہ ان سے کہیں، ہم نے کل صبح سات بجے سے بارہ بجے

تک بعوض ایک روپیہ کے اپنے کام کاج کے لیے اجارہ میں لیا، وہ کہیں ہم نے قبول کیا، اب یہ پڑھنے والے اتنے گھنٹوں کے لیے ان کے نوکر ہو گئے، وہ جو کام چاہیں لیں، اس اجارہ کے بعد وہ ان سے کہیں اتنے پارے کلام اللہ شریف کے پڑھ کر ثواب فلاں کو بخش دو، یا مجلس میلاد پاک پڑھ دو، یہ جائز ہوگا اور لینا دینا حلال، لان الاجارۃ وقعت علی منافع أبدانھم لا علی الطاعات و العبادات۔"

[فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۵۹/۸، ۱۶۰]

قرض کے عوض گھر میں بلا کرایہ رہنا:

آج کل یہ طریقہ بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے کہ ایک موٹی رقم پانچ لاکھ، دس لاکھ بیس لاکھ مکان مالک کو دے کر اس کے عوض میں اس کا مکان لیتے ہیں اور جب تک مکان مالک کے پاس اس کا روپیہ رہتا ہے اتنے دنوں تک اس مکان میں فری میں رہتے ہیں مکان مالک سوچتا ہے کہ خطیر رقم کاروبار میں لگا کر اس سے نفع حاصل کر لیں اور مکان میں رہنے والا سوچتا ہے کہ ایک رقم کے بدلے میں بغیر کرایہ مکان میں رہنے کا موقع مل جائے گا جب کہ یہ صورت بالکل ناجائز و حرام ہے۔ اس موضوع پر امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے کثیر فتاوے ہیں چناں چہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''کسی طرح جائز نہیں، حدیث میں ہے "کل قرض جر منفعة فھو ربوا" یعنی قرض کے ذریعہ سے جو منفعت حاصل کی جائے وہ سود ہے اخرجه الحارث عن سیدنا علی کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم عن صلی الله تعالیٰ علیه وسلم"

اسی کے دوسرے صفحہ میں لکھتے ہیں'' شرع مطہر نے عقد رہن صرف اس لئے مشروع فرمایا ہے کہ قرض دہندہ کو اپنے روپیہ کا اطمینان ہو جائے اور وصول نہ ہونے کا اندیشہ جاتا رہے اس کی مالیت سے ایک حق مرتہن کا متعلق ہو جاتا ہے اور عین شے میں سوا

حفظ وحبس کے کوئی استحقاق نہیں ہوتا مرہون کے رہن یا اجارہ کا اسے اختیار نہیں کہ وہ شے اس کی مملوک نہیں صرف اس کے پاس محبوس ہے "فی الدرالمختار له حبس رهنه لا الانتفاع به مطلقا لاباستخدامه ولا سکنی ولالبس ولا اجارة ولااعارة الخ وفی رد المحتار عن التاتارخانیه عن شرح الطحاوی لیس للمرتهن ان یرهن الرهن" یہاں تک کہ اگر بے اذن راہن ان تصرفات کا ارتکاب کرے گا گنہگار ہوگا اور غاصب ٹھہرے گا۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۵،ص ۲۱۷ تا ۲۱۹]

ملازم کو چھٹیوں کی تنخواہ نہ دینا کیسا ہے؟

عموماً مدارس ومساجد اور دیگر اداروں کے ذمے داران چھٹیوں کی تنخواہ نہ دینے کا جواز ڈھونڈتے ہیں اور جب کوئی معقول یا غیر معقول سبب سمجھ میں آجاتا ہے تو چھٹیوں کی تنخواہ وضع کر لیتے ہیں ملازمین چھٹیوں کی تنخواہ کے مستحق ہیں یا نہیں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تحریر میں واضح حکم ملاحظہ فرمائیں:

"تعطیلات معہودہ میں مثلِ ماہِ مبارک رمضان وعیدین وغیرہا کی تنخواہ مدرسین کو بے شک دی جائے گی، فان المعهود عرفاً کالمشروط مطلقاً، اشباہ میں ہے "البطالة فی المدارس کایام الاعیاد و یوم عاشورة و شهر رمضان فی درس الفقه علی وجهین ان مشروطة لم یسقط من المعلوم شیء، والا فینبغی ان یلحق ببطالة القاضی، ففی المحیط انه یاخذ فی یوم البطالة، وقیل لا، و فی المنیة یستحق فی الاصح، واختاره فی منظومة ابن وهبان، وقال انه الاظهر اه ملخصاً، اقول هذه الترجیحات حیث لم یشترط فکیف اذا شرط هذا لیس محل نزاع و قد علمت ان المعروف کالمشروط" اور کسی شخص کو اصلاً اختیار نہیں کہ بے اطلاع اجیر جب

چاہے بطور خود عقد اجارہ فسخ کردے، مگر جب کوئی عذر بیّن واضح ظاہر پیدا ہو جس میں اصلاً محل اشتباہ نہ ہو جب تک ایسا نہ ہوا جیر بے شک مستحق تنخواہ ہوگا۔"فی الدر المختار الاجارۃ تفسخ بالقضاء والرضاء الخ، وفی رد المحتار الاصح ان العذر ان کان ظاھراً ینفرد وان مشتبھا لاینفرد۔"

[فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۸،ص ۱۴۱]

نعت خوانی کا مروّجہ طریقہ محمود یا مذموم؟

رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب، محامد ومحاسن، خصائص وشمائل، اخلاق وکردار اور تعریف وتوصیف بیان کرنے کا نام نعت ہے، خواہ نظم کی شکل میں ہو یا نثر کی شکل میں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا سب سے جامع ذکر قرآن کریم میں ہے، ان اوصاف جمیلہ اور خصائص حسنہ کے ذکر کا اصل مقصد بندوں کے مضمحل دل کو قرار وسکون، مردہ جسم کو حیات وقوت، نیم فکر کو شعور وآگہی اور پژمردہ روح کو تازگی وتابندگی بخشنا ہے اور یہ اسی وقت حاصل ہوگا جب نعتِ مصطفیٰ نعت خوانی کے اصول وآداب کے مطابق عشق ومحبت کے سانچے میں ڈھل کر پڑھی جائے۔ نعت خواں اگر نعت خوانی کے آداب ملحوظ نہ رکھے تو یہی مجلسِ نعت تماشہ کا مرکز بن جاتی ہے اور آج عموماً یہی ہوتا ہے کہ نعت خواں نعت خوانی کے اصول اور تقاضے سے ہٹ کر اپنا ایک الگ رنگ پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے نعت خوانی کی اصل چاشنی ضائع اور روح فنا ہو جاتی ہے اور مقصدِ نعت گوئی فوت ہو جاتا ہے۔

موجودہ عہد میں اکثر نعت خواں جب نعت پڑھتے ہیں تو عموماً ایسا لگتا ہے کہ وہ نعت خواں نہیں بلکہ میدان جنگ کا کوئی مقدمۃ الجیش یا مجاہد ہیں جو کسی جنگ کا بدلہ وصول کرنے یا جنگ لڑنے کے لیے اسٹیج پر آ گئے ہیں، تیر وکمان اور تلوار کی طرح مائیک ہاتھ میں لے کر ہر چہار جانب گھومانے لگتے ہیں، کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی ایک جھٹکے میں آگے، کبھی پیچھے۔ نعت خوانی کا مروجہ طریقہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے اور حیرت بھی کہ کیا زمانہ آ گیا کہ پہلے سکون وقرار کے لیے محفلیں سجتی تھیں اور آج کی محفلیں تفریح وتماشہ کی آماجگاہ

بن گئی ہیں۔

نعتِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے کا وہی طریقہ محمود و مستحسن ہے جو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا رہا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریقہ یہ رہا کہ جب نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے یا سنتے تو مجلس میں ایسے ہوتے جیسے کہ سر پر پرندے بیٹھے ہوں۔ نعت نبی پڑھتے وقت یہ تصور ہونا چاہیے کہ ہم مجلس مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بیٹھے ہوئے ہیں اور مجلسِ مصطفیٰ میں بیٹھنے کے آداب یہ ہیں کہ جسم بالکل جامد اور آواز بالکل ساکت ہو، نہ چیخ و پکار ہو اور نہ افراط و تفریط۔ جس طرح نعت پاک لکھنے کے آداب ہیں، اسی طرح اس کے پڑھنے کے بھی آداب ہیں۔

ماضی قریب کے عظیم فقیہ و شاعر حسان الہند امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ نعت گوئی کے اصول و آداب میں فرماتے ہیں:

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت پابندی ہے۔'' [الملفوظ، ص: ۲۲۷]

نیز امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ نعت خوانی کے اصول و آداب بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''صحیح حدیث میں ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایسے بیٹھتے کان علی رؤسهم الطير گویا ان کے سروں پر، پرندے ہیں یعنی بے حس و حرکت کہ پرندے لکڑی سمجھ کر سر پر آ بیٹھیں، شفا شریف میں ہے کان مالك اذا ذكر النبي ﷺ يتغير لونه وينحني حتى يصعب ذلك على جلسائه سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب

حضورا قدس ﷺ کا ذکر پاک آتا ان کا رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے یہاں تک کہ حاضران مجلس کوان کی وہ حالت دشوار گزرتی۔''

[فتاویٰ رضویہ قدیم ج نہم نصف آخر،ص ۸۱]

نعت پڑھنے کا جو طریقہ رائج ہے نعت خواں اپنے دل سے پوچھیں کہ کیا ہم نبی کریم ﷺ کی ظاہری زندگی میں اس طرح گھوم گھوم کر نبی کی نعت پڑھنے کو روا رکھ سکتے تھے؟ یقیناً ایک عقلمند مومن کا یہی جواب ہوگا کہ ہرگز نہیں تو پھر ابھی کیوں؟ ہمارے نبی کی ظاہری زندگی اگر چہ ہمارے سامنے نہیں ہے مگر ہمارے نبی آج بھی زندہ ہیں اور زندوں کے سامنے تکلم کا جو طریقہ روا ہوسکتا ہے وہی آج بھی جائز و مستحسن ہے۔ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری نقل و حرکت سے واقف نہیں ہیں؟ جی ہاں واقف ہیں اور جب واقف ہیں تو نعت پڑھنے میں وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو ظاہری زندگی میں محمود و محبوب ہوتا۔

بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں خراج عقیدت پیش کرنے کا یہ اصول بیان فرمایا گیا ہے کہ جس بات میں ادب کا پہلو زیادہ ہو اسی کو اختیار کرو جیسا کہ محققین فقہا وعلما نے تصریح فرمائی، چناں چہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''امور تعظیم وادب میں سلف صالحین سے آج تک برابر ائمہ دین کا یہی داب رہا کہ ورود وعدم ورود خصوصیات پر نظر نہ کی بلکہ صریحاً قاعدۂ کلیہ بنایا ''کل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا'' ترجمہ جس بات کو نبی ﷺ کے ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے، کما صرح بہ الامام المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس سید ی کمال الملة والدین محمد فی فتح القدیر وتلمیذ ہ الشیخ رحمہ اللہ السندی فی المنسک المتوسط واقرہ الفاضل القاری فی المسلک المتقسط واثرہ في العالمگیریہ وغیرھا۔ اورامام ابن حجر کا قول گزرا کہ نبی ﷺ کی تعظیم ہر طرح بہتر ہے جب تک کہ الوہیت اللہ میں شریک نہ ہو اسی لئے سلفاً وخلفاً جس مسلمان نے کسی نئے طریقہ سے حضور

ﷺ کا ادب کیا اس ایجاد کو علما نے اس کے مدائح میں شمار کیا، نہ یہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہرایا، یہ بلا انہی مدعیان دین وادب میں پھیلی کہ ہر بات پر پوچھتے ہیں فلاں نے کب کیں؟ فلاں نے کب کیں؟ حالانکہ خود ہزاروں باتیں کرتے ہیں جو فلاں نے کیں، نہ فلاں نے کیں مگر یہ بھی طرفہ کہ تعظیم نبی ﷺ کے گھٹانے مٹانے کے لئے ایک حیلہ نکال کر زبان سے کہتے جائیں۔'' ع؛ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

[فتاوی رضویہ قدیم ج ۱۲،
ص ۸۷]

نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا ذکر کرنا ہوتا تو محدثین کرام مجلس حدیث کا خوب خوب اہتمام کرتے۔ خود کو پہلے خوشبوؤں سے معطر کر لیتے، آداب ذکر رسالت مآب ﷺ کے مکمل اصول سے اپنے آپ کو سجا لیتے پھر احادیث مبارکہ کا ذکر خیر فرماتے۔ سبحان اللہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ کے ذکر کی جب یہ شان ہو سکتی ہے تو جس مجلس میں خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہو اس مجلس کی کیا شان ہونی چاہیے؟ مجلس ذکر حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے آداب کیا ہیں ملاحظہ فرمائیں!

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''سیدنا امام مالک صاحب المذہب عالم المدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باآنکہ مثل سیدنا عبداللہ بن عمر و وعبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتباع سلف وصحابہ کرام کا احداث میں نہایت ہی اہتمام رکھتے تھے۔ اس پر ان کے ایمان ومحبت کا تقاضا ہوا کہ ادب وحدیث خوانی میں وہ باتیں علما کے نزدیک امام مالک کے فضائل جلیلہ سے ٹھہرا اوران کی غایت ادب ومحبت پر دلیل قرار پایا۔''

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں لکھتے

ہیں:

”قال مطرف كان اذا اتى الناس مالكا خرجت اليهم الجارية فتقول لهم يقول لكم الشيخ تريدون الحديث او المسائل فان قالوا المسائل خرج اليهم وان قالوا الحديث دخل مغتسله و اغتسل و تطيب و لبس ثيابا جددا و لبس ساجة و تعمم وضع على راسه ردائه و تلقى له منصة فيخرج و يجلس عليها و عليه الخشوع لا يزال يبخر بالعود حتى يفرغ من حديث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال غيره ولم يكن يجلس علىٰ تلك المنصة الا اذا حدث عن رسول الله ﷺ قال ابن اويس فقيل لمٰلك فى ذلك فقال احب وان اعظم حديث رسول الله ﷺ ولا احدث به الا علىٰ طهارة متمكنا۔“

ترجمہ: یعنی جب لوگ مالک بن انس کے پاس علم حاصل کرنے آتے، ایک کنیز آکر پوچھتی: شیخ تم سے فرماتے ہیں: تم حدیث سیکھنے آئے ہو یا فقہ ومسائل؟ اگر انہوں نے جواب دیا: فقہ و مسائل، جب تو آپ تشریف لاتے اور اگر کہا کہ حدیث تو پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، طیلسان اوڑھتے اور عمامہ باندھتے، چادر سر مبارک پر رکھتے، ان کے لیے ایک تخت مثل تخت عروس بچھایا جاتا، اس وقت باہر تشریف لاتے اور بنہایت خشوع اس پر جلوس فرماتے اور جب تک حدیث بیان کرتے تھے اگر بتی سلگاتے اور اس تخت پر اسی وقت بیٹھتے تھے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا ہوتی۔ حضرت سے اس کا سبب پوچھا فرمایا میں دوست رکھتا ہوں کہ حدیث رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تعظیم کروں اور میں حدیث بیان نہیں کرتا جب تک وضو کر کے خوب

سکون و وقار کے ساتھ نہ بیٹھوں۔ [فتاوی رضویہ قدیم ج ۱۲،ص ۸۸،۸۹]

نعت کی ریکارڈنگ پہلے اور شوٹنگ بعد میں:

نعت خوانی کا اب ایک اور طریقہ رائج ہو رہا ہے کہ نعت شریف کی پہلے ریکارڈنگ ہوتی ہے پھر ریکارڈنگ کے مطابق الگ الگ مقام پر فلمی انداز میں شوٹنگ ہوتی ہے جس سے ناظرین کو اندازہ ہوتا ہے کہ نعت خواں موقع پر ہی نعت پڑھتا ہے۔ ویڈیوگرافی کا جواز یا عدم جواز کا مسئلہ اپنی جگہ مگر جو حضرات جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی نعت شریف اس طرح پڑھنا ممنوع و ناجائز ہوگا کہ اس سے نہ مضمحل دل کو قرار حاصل ہوگا اور نہ ایمان کو تابندگی ملے گی اور محض دنیوی مفاد کے حصول کے لیے نعت پڑھنا یقیناً ناجائز و ممنوع ہے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا جامع ذکر سب سے زیادہ قرآن کریم میں ہے اور قرآن کریم کو آلاتِ لہو ولعب کے ساتھ اس لیے پڑھنا منع ہے کہ یہ کلام الٰہی اور نعت نبی ہے جو دونوں کی شان کے خلاف ہے۔

مجدد دین وملت امام اہل سنت امام احمد رضا محقق بریلوی فرماتے ہیں:

"گراموفون سے قرآن مجید کا سننا ممنوع ہے کہ اسے لہو ولعب میں لانا بےادبی ہے۔" [مترجم جلد ۲۴،ص ۱۳۴]

نعت خواں کو خطیر رقم دے کر نعت شریف پڑھوانا:

جلسے جلوس کا انعقاد کرنے والے ذمے داران کو چاہیے کہ ایسے نعت خواں کو بلائیں جو نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے والہانہ عشق رکھے اور عشق ومحبت میں ڈوب کر نعت پڑھے اگر چہ ان کی آواز شیریں نہ ہوں، ایسے شاعر کو ہرگز، ہرگز نہ بلائیں جو محض دل بستگی اور حصولِ دنیا کے لیے نعت نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پڑھے کہ اس کے عوض کچھ دینا لینا دونوں حرام و گناہ ہے، آج کل تو نعت خوانوں کی طلب وفرمائش پر بیس بیس ہزار، پچاس

پچاس ہزار روپے دے کر نعت خوانوں کو بلاتے ہیں جو بلا شبہ ناجائز و گناہ ہے، اور گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''لاتعاونوا علی الاثم والعدوان'' (مائدۃ: آیت ۲) ترجمہ: گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (کنزالایمان)

لہٰذا جس جلسے میں غیر مناسب شعرا کی آمد ہو یا خطیر رقم دے کر شعرا مدعو ہوں ایسے جلسوں میں عوام کو چاہیے کہ ہرگز چندہ نہ دیں ورنہ اس گناہ میں چندہ دینے والے بھی برابر کے شریک ہوں گے۔

امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

''اگر وعظ کہنے اور حمد و نعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بے شک اس آیۂ کریمہ کے تحت داخل ہیں اور حکم لاتشتروا بایٰتی ثمناً قلیلا (میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ وصول کرو) کے مخالف، وہ آمدنی ان کے تحت حق میں خبیث ہے خصوصا جب کہ ایسے حاجت مند نہ ہوں جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بے ضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا اور وہ آمدنی خبیث تر و حرام مثل غصب ہے۔''

عالمگیری میں ہے:

"ماجمع السائل بالتکدی فھو خبیث۔" سائل نے کدوکاوش سے جو کچھ جمع کیا وہ ناپاک ہے۔ دوسرے یہ کہ وعظ، حمد و نعت سے ان کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطورِ خود ان کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال۔ تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر ہے حاجت مند، اور عادتاً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کریں گے، اس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوئی ہے، تو گرچہ یہ صورت دوم کے مثل محمود نہیں مگر صورتِ اولیٰ کی طرح مذموم بھی نہیں جسے درمختار میں فرمایا: الوعظ لجمع المال من ضلالۃ الیھود والنصاریٰ۔ مال جمع کرنے کے لیے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ کی

گمراہیوں سے ہے۔ یہ تیسری صورت بین بین ہے اور دوم سے بہ نسبت اولیٰ کے قریب تر ہے جس طرح حج کو جائے اور تجارت کا کچھ مال بھی ساتھ لے جائے جسے "لیس علیك جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم" (تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی رزقِ حلال) تلاش کرو) فرمایا، لہٰذا فتویٰ اس کے جواز پر ہے. افتی به الفقیه ابو اللیث رحمه الله تعالیٰ کما فی الخانیة والهندیة وغیرهما والذی ذکرته توفیق بین القولین، وبالله التوفیق، والله تعالیٰ اعلم،

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فتویٰ دیا ہے جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے یہ دو قولوں کے درمیان موافقت پیدا کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق ہے۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۳، ص ۳۸۰/۳۸۱]

اخیر میں خدائے قدیر وغفور جل جلالہ وعم نوالہ کی بارگاہ صمدیت میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو درگذر فرمائے، نعت نبی کی برکت سے فیض یاب ہونے کے لیے نعت خوانی کے اصول وآداب ملحوظ رکھ کر نعت خوانی کی توفیق خیر عطا فرمائے اور مروجہ نعت خوانی کے طریقوں اور پیدا کردہ خرافات سے ہم سب کو نجات عطا فرمائے۔ آمین

خواتین کے لیے باریک دوپٹہ کا استعمال حرام ہے:

باریک دوپٹہ کا استعمال جس سے کہ بال نظر آتے ہیں یا بال کی سیاہی نظر آتی ہے عام سی بات ہوگئی ہے بلکہ اب تو فیشن سمجھا جاتا ہے جب کہ شریعت اسلامیہ میں ایسے دوپٹے کا استعمال حرام ہے، عورتوں پر لازم وضروری ہے کہ وہ ایسے دوپٹے ہرگز استعمال نہ کریں جس سے بال کی سیاہی نظر آئے، عورت کا سارا بدن چھپانا فرض ہے سوائے ہتھیلی اور پاؤں کے تلوؤں کے، اگر کسی نے ایسا دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھی جس سے کہ بال کی سیاہی بھی چمکے تو اس کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں:

”فی الدر المختار ساتر لایصف ماتحته فی رد المحتار بان لایری منه لون البشرة یہاں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا وہ دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے مفسد نماز ہے۔“

[فتاوی رضویہ قدیم ج ۲،ص ۱]

چند آدمیوں کا ایک ساتھ بآواز بلند قرآن شریف کی تلاوت کرنا:

عموماً قرآن خوانی میں جب چند حضرات جمع ہو کر تلاوت کرتے ہیں تو سب بآواز بلند قرآن کی تلاوت کرتے ہیں بلکہ بعض جگہوں میں اگر آہستہ قرآن خوانی ہو تو صاحب خانہ کہتے ہیں بآواز بلند قرآن پڑھیں تا کہ پورے گھر میں آواز پہنچے جس سے کہ قرآن کی برکتیں گھر کے ہر حصے میں پہنچ جائیں اور شیاطین و آسیب کے اثرات زائل ہو جائیں جب کہ حکم یہ ہے جہاں چند حضرات جمع ہوں تو سب خاموش رہیں اور ایک شخص بلند آواز سے تلاوت کرے اور اگر سب تلاوت کرنا چاہیں تو سبھی آہستہ آہستہ تلاوت کریں ۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں:

حدیث صحیح میں قرآن مجید ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں ممانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم نے حکم فرمایا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تو ایسی جگہ جہر سے پڑھنا ممنوع اور دو یا زیادہ آدمیوں کا بآواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالف حکم قرآن اور قرآن عظیم کی بے حرمتی ہے ان لوگوں کو چاہیے کہ آہستہ پڑھیں۔ [فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۳ ص ۱۲۸]

مسلمان سے بلا وجہ شرعی کینہ رکھنا:

معاشرہ میں یہ برائی بہت تیزی سے پھیل رہی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے متعلق دل میں بہت جلد بدگمانیاں پیدا کر لیتے ہیں اور بدخواہ ہو جاتے ہیں، دل میں حسد رکھنے لگتے ہیں اور ایک دوسرے کی ترقی سے جلنے لگتے ہیں اور بلا وجہ شرعی سلام و کلام تک

بند کر دیتے ہیں، جب کہ اسلام میں کسی سے کینہ رکھنا، بلا وجہ شرعی قطع تعلق کر لینا یہ سب ناجائز وحرام ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

''مسلمان سے بلا وجہ شرعی کینہ وبغض رکھنا حرام ہے اور بلا مصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام وکلام بھی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:"لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولاتدابروا وکونوا عباداللہ اخوانا" ترجمہ: بغض نہ رکھو، حسد اور غیبت نہ کرو اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی ہو جاؤ۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:"لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق الثلث" اور فحش بکنا خصوصا برسر بازار معصیت وفسق ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:''لیس المومن بالطعان ولاالفحاش" ترجمہ: مومن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ فحش بکتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:"الحیاء من الایمان والبذاء من النفاق" ترجمہ: حیا ایمان کا حصہ ہے اور بے حیائی نفاق کا حصہ ہے۔ خصوصا اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گالیوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیرہ ہے قال اللہ تعالیٰ: "یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین" بالجملہ شخص مذکور فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی پڑھنی منع ہے اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب، فتاویٰ غنیۃ پھر ردالمحتار میں ہے لو قدموا فاسقا یأثمون۔" [فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ۳، صفحہ ۲۱۱]

بلا وجہ شرعی مسلمان کو گالی دینا؟

مسلمان کا کسی دوسرے مسلمان کو گالی دینا، برا اور نازیبا کلمات کہنا عام سی بات

ہوگئی ہے، اور آج ہمارے معاشرہ کا حال یہ ہے کہ لوگ کسی کو گالی دینے یا لعن طعن کرنے میں جھجھک تک محسوس نہیں کرتے، حد تو یہ ہے کہ بات بات پہ گالی کا استعمال کرتے ہیں جب کہ کسی مسلمان کو گالی دینا، لعن طعن کرنا اور اس کو تکلیف پہنچانا، خواہ زبان سے ہو یا ہاتھ وغیرہ سے بہرصورت سخت شنیع وقبیح اور حرام قطعی ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو گالی دیتا ہے تو وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، اور یہ بھی وارد ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کے ماں باپ کی طرف نسبت کر کے گالی دیتا ہے گویا وہ اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال، قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ”سباب المسلم فسوق۔“

یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔“ [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب سباب المسلم فسوق، حدیث نمبر۲۲۳]

دوسری حدیث میں ہے:

عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنهما، قال، قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ”ان من اکبر الکبائر أن یلعن الرجل والدیه، قیل یا رسول الله، وکیف یلعن الرجل والدیه؟ قال: یسب الرجل أباالرجل فیسب أباه ویسب أمه“ [بخاری شریف، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۵۹۷۳]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً سب سے بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ پوچھا گیا یارسول اللہ! کوئی شخص اپنے ہی والدین پر لعنت کیسے بھیجے گا؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص دوسرے کے باپ کو برُا کہے گا تو دوسرا بھی اس کے باپ اور اس کی ماں کو برُا کہے گا۔ امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

”کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام

ہے اور بعض گالیاں تو کسی وقت بھی جائز نہیں ہو سکتی اور گالیاں دینے والا سخت فاسق اور سلطنت اسلامیہ میں اسّی (۸۰) کوڑوں کا مستحق ہوتا ہے ان سے ہلکی گالی بھی بلا وجہ شرعی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:"من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله" جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ اور علم دین کے استاد کا حق باپ سے بھی زائد ہے اسے ستانے والا عاق ہوتا ہے اور بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کے رزق میں خلل اندازی بہت سخت بے جا ہے اور بلا وجہ ایذا ہے ایسوں کو خوف نہیں آتا کہ وہ کسی مسلمان کے رزق میں خلل ڈالیں اللہ قادر مطلق ان کی روزی میں خلل ڈالے اور ان کا رزق تنگ کر دے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کما تدین تدان کہ جیسا تو اوروں کے ساتھ کرے گا ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ کرے گا۔" [فتاوی رضویہ قدیم ج ۳، ص ۲۱۷]

بلا وجہ شرعی امام کو معزول کرنا:

دور حاضر میں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ امام کے اندر متولیان مسجد نے اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات دیکھی یا امام صاحب نے کوئی صحیح بات کہہ دی جو متولیان کے منشا کے خلاف تھی تو اب وہ امام کے خلاف ہو جاتے ہیں اور منصب امامت سے برخواست کرنے کے لیے کوئی معقول یا غیر معقول بات تلاش کرتے رہتے ہیں اور اگر بر وقت معزول نہیں کر سکتے تو اسی دن سے اس فراق میں رہتے ہیں کہ کب اس کی طرف سے تھوڑی سی تساہلی پائی جائے کہ اسے باہر کا راستہ دکھایا جائے جب کہ بلا وجہ شرعی امامت سے کسی کو معزول کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کوئی وجہ شرعی ہو تو منصبِ امامت سے ہٹانا نہ صرف مباح بلکہ واجب ہے کہ اس کی وجہ سے دیگر نمازیوں کی نمازیں خراب ہوں گی۔

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس بدنظمی کو دور کرنے کے لیے واضح

اصول بیان فرمایا چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

''اگر پہلا امام معاذ اللہ بدمذہب ہو اس کا معزول کرنا اشد ضروری تھا اور اگر دوسرا بدمذہب ہو تو اس کا مقرر کرنا حرام ہوا اور معزول کرنا لازم ہے یوں ہی ان میں جو قرآن مجید غلط پڑھتا ہو یا طہارت صحیح نہ کرتا ہو اس کا معزول کرنا فرض ہے ایک ہو یا دونوں اور اگر صحت مذہب قرات و طہارت میں بقدر جواز نماز ہیں اور امام وظیفہ پاتا ہے تو بلا قصور پہلے کو معزول کرنا گناہ ہوا کہ بلا وجہ ایذائے مسلم کہ لا یعزل صاحب وظیفة بغیر جنجة اور متولی کا کہنا مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں محض باطل ہے مسجدیں اللہ تعالی کی ہیں ''ان المساجد لله فلاتدعوا مع الله احدا'' اس میں وہی کیا جائے گا جو حکم شرع ہے اور اس کا یہ زعم باطل ہے کہ مقتدی پوچھ نہیں سکتے بلکہ امام و مؤذن مقرر کرنے میں متولی کا اختیار نہیں جب کہ خود بانی مسجد اس کے اقارب میں نہ ہو امام و مؤذن کے نصب میں پہلا اختیار بانی پھر اس کی اولاد و اقارب کا ہے اور دوسرا اختیار مقتدیوں کا ہے یہ بھی جب کہ جس کو بانی مقرر کرنا چاہتا ہے اور جسے مقتدی چاہتے ہیں دونوں یکساں ہوں اور اگر جسے یہ چاہتے ہیں وہی شرعا اولیٰ ہے تو انہیں کا اختیار مانا جائے گا متولی اس بارے میں کوئی چیز نہیں۔ درمختار (میں ہے)''البانی للمسجد اولیٰ من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار (وکذا ولده وعشیرته اولیٰ من غیرهم اشباه اه شامی) الا اذا عین القوم اصلح ممن عینه البانی (لان منفعة ذلك ترجع الیهم انفع الوسائل اه ض) اور اگر امامت بلا وظیفہ ہے اور پہلا امام شرعا اس دوسرے سے اولیٰ تھا تو متولی نے دوہرا ظلم کیا راجح کو ہٹانا اور مرجوح کو بڑھانا اور دونوں برابر ہیں جب بھی بلا وجہ شرعی پہلے کو ایذا دہی کا مرتکب ہوا

اور اگر یہ دوسرا اولیٰ بایں معنی کہ پہلے کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت تھی اس کے پیچھے نہیں تو متولی نے اچھا کیا مقتدیوں کا اس پر اعتراض بے جا ہے نماز اس کے پیچھے ہی مطلقا جائز ہے جب کہ مذہب و قرات وطہارت واعمال صحیح ہوں اور مسجد کا تو کوئی جرم ہی نہیں اس میں بہرحال جائز ہے۔'' [فتاوی رضویہ قدیم ج ۳، ص۲۶۲تا۲۶۳]

آٹھ نو برس کے لڑکے کو جماعت سے ہٹانا:

اگر کوئی آٹھ دس سال کا بچہ صف کے بیچ میں نماز پڑھتا ہے تو عموماً اسے ہٹا دیا جاتا ہے اور بڑے حضرات کھڑے ہو جاتے ہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ بچہ بائیں جانب ہی کھڑا ہو دائیں جانب یا مردوں کے بیچ میں کھڑا نہیں ہوسکتا ورنہ نماز نہیں ہوگی یہ غلط ہے اگر آٹھ دس سال کا سمجھدار بچہ ہو تو مردوں کے بیچ صف میں یا دائیں اور بائیں کھڑا ہو گیا تو اسے نماز کے دوران ہٹانا جائز نہیں ہاں بے شعور ہو تو الگ کیا جائے کہ اس کی نماز نماز نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں:

''صورت مستفسرہ میں اسے صف سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے "فان صلوة الصبی الممیز الذی یعقل الصلاة صحیحة قطعا وقد امر النبی صلی الله علیه وسلم بسد الفرج التراص فی الصفوف ونهی عن خلافه بنهی شدید'' اور یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں درالمختار میں ہے: لو واحد دخل الصف مراقی الفلاح میں ہے: ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت باندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے ہیں اور خود بیچ میں کھڑے ہو

جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہوتو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے: اما محاذاة الامرد فصرح الکل بعدم افسادہ الامن شذ ولا متمسك لـه فی الروایة ولا فی الدرایة۔" [فتاویٰ رضویہ قدیم ج۳،ص۳۱۸]

حیض والی عورت کے ہاتھ کی پکی روٹی کھانا:

بعض جگہوں میں حائضہ عورت کے ہاتھوں کے پکے کھان پان کو کچھ لوگ برا سمجھتے ہیں اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی روانہیں رکھتے یہ غلط فہمی اور جہالت ہے، ہاں یہود و نصاریٰ کا یہ طریقہ تھا کہ عورتوں کو ان ایام میں اپنے سے دور رکھتے تھے اور ان کے ہاتھ کے پکے کھان پان کو ناجائز جانتے تھے، اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں، ایام حیض میں عورتوں سے صرف جماع حرام ہے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سب جائز ہے بلکہ اگر وہ اس کی زوجہ ہوتو مستحسن ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

> ''اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز، اسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز۔ ان باتوں سے احتراز یہود ومجوس کا مسئلہ ہے وقد کان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ید نی راسه الکریم لام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنها و ھی فی بیتها وھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتکف فی المسجد لتغسلـه فتقول اما حائض فیقول حیضتك لیست فی یدك
> ترجمہ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا سر مبارک دھلوانے کے لیے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب کرتے تھے اس وقت آپ گھر میں ہوتیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے ام المومنین عرض کرتیں: میں حائضہ ہوں۔ آپ فرماتے: حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔''
> [فتاویٰ رضویہ قدیم ج۲،ص۳۶]

جب تک چلّہ نہ ہو جائے زچّہ پاک نہیں ہوتی یہ جہالت ہے:

بعض جگہوں میں یہ مشہور ہے کہ بچہ کی ولادت کے بعد عورت چالیس دن تک پاک نہیں ہوتی ہے چالیس دن تک نفاس شمار کیا جاتا ہے اگر چہ اس سے پہلے خون بند ہو گیا ہو جب کہ از روئے شرع خون بند ہوتے ہی ایام نفاس مکمل ہو جاتے ہیں اور خون بند ہونے کے بعد نماز وغیرہ کے سارے احکام نافذ ہو جاتے ہیں۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے جو نماز نہیں پڑھتی وہ سخت گنہگار ہوتی ہیں۔ امام اہل سنت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ (ولادت کے بعد) جب تک چلہ (چالیس دن) نہ ہو جائے زچہ پاک نہیں ہوتی محض غلط ہے، خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں۔ نفاس کی زیادہ حد کے لیے چالیس دن رکھے گئے ہیں، نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہ ہو۔ اس کے کم کے لئے کوئی حد نہیں اگر بچہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور بند ہو گیا عورت اسی وقت پاک ہو گئی۔ نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے (اگر وقت رمضان ہو) اگر چالیس دن کے اندر اسے خون عود نہ کرے گا تو نماز روزے سب صحیح رہیں گے۔ چوڑیاں چار پائی مکان سب پاک ہے فقط وہی چیز ناپاک ہو گی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔''

[فتاوی رضویہ قدیم ج ۲، ص ۳۷]

اسی میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''بچہ پیدا ہونے کے بعد جب تک خون آئے ناپاک رہے گی جس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز کامل ہے اور کم کی کوئی حد نہیں۔ اگر پاؤ منٹ آکر بند ہو گیا اور چالیس روز تک پھر نہ آیا تو اسی پاؤ منٹ کے بعد پاک ہو گئی نہا کر نماز پڑھے اور اگر

چالیس روز کامل تک آیا یا اس سے کم تو جس وقت بند ہوا اس وقت
پاک ہوئی۔ بیس (۲۰) تیس (۳۰) چالیس (۴۰) جتنے دن ہوں اور
اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو اس سے پہلے ولادت میں جتنے دن آیا
تھا اتنا نفاس ہے، اس کے بعد پاک ہوگئی باقی استحاضہ ہے اس کی
نمازیں کہ قضا ہوئی ہوں ادا کرے اور اگر یہ پہلی ہی ولادت ہے تو
چالیس دن کامل تک نفاس تھا باقی جو آگے بڑھا استحاضہ ہے اس میں
نہا کر نمازیں پڑھے روزے رکھے، خون اگر پورے چالیس دن پر
بند ہو تو نہا لے اور نماز پڑھے اور اس سے کم پر بند ہو تو اس سے پہلی
ولادت پر جتنے دن آیا تھا اتنے دن پورے کر کے بند ہوا تو ابھی نہا کر
نماز پڑھ سکتی ہے مگر بہتر یہ کہ نماز کے اخیر وقت مستحب تک انتظار
کرے اور اگر عادت سابقہ سے کم پر بند ہو گیا تو واجب ہے اخیر
وقت مستحب تک انتظار کر کے نہائے اور نماز پڑھے پھر اگر چالیس
دن کے اندر آ گیا تو پھر چھوڑ دے پھر بند ہو جائے تو اسی طرح کرے
یہاں تک کہ چالیس دن پورے ہوں۔'' [فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۲،
ص۴۰]

حیض کی حالت میں صحبت کرنا حرام ہے:

حالت حیض میں ہمبستری کرنا ناجائز وحرام ہے اس کے باجود نفس پرست بسا اوقات اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ پاتے اور حالت حیض میں بھی ہمبستری کر لیتے ہیں، یہ گناہ شدید ہے اگر کسی سے یہ فعل حرام سرزد ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ صدقہ کرے جس کی تفصیل امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''اگر ابتدائے حیض میں ہے تو ایک دینار، اور ختم پر ہے تو
نصف دینار، اور دینار دس درم کا ہوتا ہے اور دس درہم دو روپے تیرہ
آنے کچھ کوڑیاں کم۔ سنن دارمی و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی

علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اذا وقع الرجل باھلہ وھی حائض فلیتصدق بنصف دینار۔" جب آدمی اپنی عورت سے حالت حیض میں صحبت کرے تو چاہیے کہ نصف دینار صدقہ دے۔ مسند احمد و دارمی وترمذی میں انہیں سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذ کان دما احمر فدینار و اذا کان دما اصفر فنصف دینار۔" جب سرخ خون ہوتو ایک دیناراورزردہوتو آدھا۔ طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بافادۂ تصحیح انھیں سے یوں روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "من اتی امرأته فی حیضها فلیتصدق بدینار ومن اتاها وقد ادبر الدم عنها ولم تغتسل فنصف دینار"۔ جس نے اپنی عورت سے حیض میں صحبت کی وہ ایک اشرفی تصدق کرے اور اگر خون بند ہو چکا ہو اور ابھی نہائی نہ تھی تو آدھی۔ مسند میں انہیں سے یوں ہے "تصدق بدینار فان لم تجد دینار فنصف دینار۔" ایک اشرفی صدقہ کر اور نہ ہو سکے تو آدھی۔"

درمختار میں ہے: "یندب تصدقه بدینار او نصفه ومصرفه کزکاة وهل علی المرأة تصدق قال فی الضیاء الظاهر لا۔" ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دینا مستحب ہے اس کا مصرف وہی ہے جو زکاۃ کا ہے۔ اور کیا عورت کو بھی صدقہ دینا واجب ہے؟ تو ضیاء (الضیاء المعنوی شرح مقدمة الغزنوی) میں فرمایا: ظاہر بات یہ ہے کہ اس پر (واجب) نہیں۔

فتح القدیر میں ہے:

یتصدق بدینار او بنصفه استحبابا وقیل بدینار ان کان اول الحیض وبنصفه ان وطئ فی آخره کان قائله رأی انه لا معنی للتخییر بین القلیل والکثیر فی النوع

الـواحـد اھ۔ **ایک دینار یانصف دینار صدقہ کرنا مستحب ہے اور کہا گیا کہ اگر حیض کا آغاز تھا تو ایک دینار، اور آخری دنوں میں وطی کی تو نصف دینار دے، گویا اس قائل کی رائے میں ایک ہی نوع میں قلیل و کثیر کے درمیان اختیار کا کوئی مطلب نہیں اھ۔ بالجملہ حاصل جمع احادیث یہ ٹھہرا کہ جس سے نادانستہ ایسا واقع ہوا اگر آخر حیض میں تھا (اور اسی میں حکما وہ صورت داخل کہ خون دس دن سے کم میں منقطع ہوا اور عورت نے ابھی غسل نہ کیا نہ کوئی نماز اس پر دین ہوئی) وہ ایک خمس دینار کفارہ دے اور اگر شباب حیض میں تھا تو دو خمس اور جس نے دانستہ ایسا کیا اگر آخر حیض میں تھا نصف دینار دے اور اول میں تو ایک دینار، ہاں ایک کی طاقت نہ ہو تو نصف ہی دے۔ یہ سب حکم استحبابی ہے واجب نہیں مگر استغفار۔** [ملتقطا فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۴، ص ۳۵۶ / ۳۵۷ / ۳۶۴]

اخبار میں آیت لکھی ہو تو آیت کو بے وضو چھونا حرام ہے:

اخبار یا دیگر زبانوں کی کتابیں پڑھتے وقت لوگوں کو یہ خیال نہیں رہتا کہ آیت قرآنیہ لکھی ہے تو اسے نہیں چھونا چاہیے اور اگر آیت قرآنیہ کا خیال بھی رہتا ہے تو اسے بے وضو چھونا اپنے لیے کوئی حرج نہیں سمجھتا ہے جب کہ آیت قرآنیہ جہاں بھی لکھی ہو بے وضو اس کا چھونا ناجائز ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت فرماتے ہیں:

> ''کتاب یا اخبار جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں باقی ورق کے چھونے میں حرج نہیں پڑھنا بے وضو جائز ہے۔ نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۴، ص ۳۶۶]

شادی بیاہ میں کیچڑ، رنگ وغیرہ سے ہنسی مذاق کرنا:

بعض علاقوں میں شادی بیاہ کے موقع پر کیچڑ، رنگ، وغیرہ سے ہنسی مذاق کرتے ہیں اور چہروں کو بالکل سیاہ وسرخ کر دیتے ہیں بسا اوقات آدمی کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے جب کہ یہ اس طرح چہروں کو بگاڑنا یا رنگنا ناجائز وحرام ہے۔امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''مونھ کیچڑ سےساننا صورت بگاڑنا ہے اور صورت بگاڑنا مثلہ اور مثلہ حرام ہے یہاں تک کہ جہاد میں جو حربی کافروں کو بھی مثلہ کرنا صحیح حدیث میں منع فرمایا جن کے قتل کا حکم فرمایا ان کو بھی مثلہ کی اجازت نہ دی۔افسوس ان مسلمانوں پر کہ باہم کھیل میں ایک دوسرے کے مونھ پر کیچڑ تھوپتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اس کے مونھ پر سیاہی لگاتے ہیں یہ سب حرام ہے اور اس سے پرہیز فرض خلاصہ وخانیہ وبدائع وغیرہا میں کہ کیچڑ سے تیمّم کی ممانعت فرمائی اور اس کی یہ ترکیب بتائی کہ اپنے بدن یا کپڑے کے حصے خواہ کسی اور چیز پر کیچڑ کا لیس کرلے جب وہ خشک ہو جائے اس سے تیمّم کرے اور یہ نفیس ترکیب خود محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب الاصل میں ارشاد فرمائی اس کا منشا یہی تقبیح صورت سے بچانا ہے نہ یہ کہ کیچڑ سے تیمّم درست ہی نہیں۔'' [قدیم ج ۱/ صفحہ ۷۰۴]

مرنے کے بعد میت کو دیکھنا، بیوی کے مرنے کے بعد شوہر کا اسے چھونا:

عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو گلی، محلے کی غیر محرم عورتیں یا مرد اسے دیکھنے یہ سوچ کر جاتے ہیں کہ چلو مرنے والے کا آخری دیدار کرلیا جائے اور کچھ لوگ تو میت کو دیکھنا ضروری بھی سمجھتے ہیں حالانکہ جس طرح زندگی میں عورت کا غیر محرم مرد کو دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی دیکھنا ناجائز ہے اور اسی طرح مرد کا بھی غیر محرم عورت کو دیکھنا ناجائز ہے جیسا کہ اس کی زندگی میں دیکھنا ناجائز تھا۔ اور اسی طرح یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کی بیوی کا انتقال ہو جاتا ہے تو کہا

جاتا ہے کہ شوہر نہ بیوی کو دیکھ سکتا ہے، نہ ہاتھ لگا سکتا، نہ کندھا دے سکتا اور نہ ہی قبر میں اتار سکتا ہے۔ یہ سب باتیں شوہر کے لیے حرام سمجھی جاتی ہیں حالانکہ شوہر کا اپنی متوفیہ کو دیکھنا، کندھا دینا اور اسے قبر میں اتارنا جائز ہے۔ ہاں! بغیر حائل کے اسے ہاتھ لگانا ناجائز ہے۔ ان سب کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''جنازے کو محض اجنبی ہاتھ لگاتے، کندھوں پر اٹھاتے، قبر تک لے جاتے ہیں، شوہر نے کیا قصور کیا ہے۔ یہ مسئلہ جاہلوں میں محض غلط مشہور ہے ہاں شوہر کو اپنی زنِ مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں، دیکھنے کی اجازت ہے۔ کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما۔ (جیسا کہ تنویر الابصار اور درمختار وغیرہما میں اس کی تصریح ہے) ''اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں''۔ محارم کو پیٹ، پیٹھ اور ناف سے زانو تک کے سوا چھونے کی بھی اجازت ہے۔

اور اسی کے آگے فرماتے ہیں:

''شوہر کو بعد انتقال زوجہ قبر میں خواہ بیرونِ قبر اس کا منہ یا بدن دیکھنا جائز ہے، قبر میں اتارنا جائز ہے، اور جنازہ تو محض اجنبی تک اٹھاتے ہیں، ہاں بغیر حائل کے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا شوہر کو ناجائز ہوتا ہے، زوجہ کو جب تک عدت میں رہے شوہر مردہ کا بدن چھونا بلکہ اسے غسل دینا بھی جائز رہتا ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج۹، ص۱۳۸]

نابالغ بچوں سے پانی منگوا کر پینا یا پلوانا:

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ شادی، بیاہ، جلسہ، جلوس اور دیگر تقاریب و محافل میں پانی پلانے کا کام نابالغ بچے انجام دیتے ہیں۔ حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ پانی صاحب خانہ کا خریدا ہوا ہے تو اس بچے کے لائے ہوئے پانی کا پینا اور پلوانا جائز ہے، لیکن جب وہ نابالغ بچہ خود ہی ہینڈ پائپ، یا نل وغیرہ سے پانی نکال کر لائے تو ایسی صورت میں اس پانی کا مالک خود وہ بچہ ہو گیا اب وہ اس پانی کو بلاعوض کسی دوسرے کو دینے کا اہل نہیں رہا کیوں

کہ بچہ قبل بلوغ ہبہ کا اہل نہیں ہے تو اب اس کے پانی کو پینا بھی جائز نہیں۔عموماً مدرسوں اور مکاتب میں جہاں چھوٹے چھوٹے بچے پڑھتے ہیں اساتذہ انھیں بچوں سے زیادہ تر خدمت لیتے ہیں اور دیگر کام وغیرہ بھی، ہاں! اساتذہ کے لیے بطور تربیت کوئی کام لینا جائز ہے، مگر بچوں سے پانی منگوانا اور اسے پینا جائز نہیں۔ امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کے متعلق فرماتے ہیں:

''وقت مقرر ہوا اور اس سے باہر یہ کام لیا ان آٹھ صورتوں میں وہ پانی اس نابالغ کی ملک ہے اور اس میں غیر والدین کو تصرف مطلقاً حرام، حقیقی بھائی اس پانی سے نہ پی سکتا ہے نہ وضو کر سکتا ہے، ہاں طہارت ہو جائے گی اور ناجائز تصرف کا گناہ اور اتنے پانی کا اس پر تاوان رہے گا مگر یہ کہ اس کے ولی سے یا بچہ ماذون ہو جس کے ولی نے اسے خرید وفروخت کا اذن دیا ہے تو خود اس سے پورے داموں خرید لے ورنہ مفت یا غبن فاحش کے ساتھ نابالغ کی ملک دوسرے کو نہ وہ خود دے سکتا ہے نہ اس کا ولی، رہے والدین وہ بحالت حاجت مطلقاً اور بے حاجت حسب روایت امام محمد ان کو جائز ہے کہ اس سے بھروائیں اور اپنے صرف میں لائیں باقی صورتوں میں ان کو بھی روا نہیں مگر وہی بعد شرا۔

تنبیہ: یہاں سے استاد سبق لیں معلموں کی عادت ہے کہ بچے جو ان کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں ان سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ ان سے پانی بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں نہ ان کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں۔

[فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲/، ص/ ۵۲۷]

اسی کے حاشیہ میں ہے:

نابالغ اگر چہ قریب بلوغ ہو وہ اپنی ملک سے ایک گھونٹ

پانی نہ کسی کو مفت دے سکتا ہے نہ کوئی چیز بازار کے بھاؤ سے ایسی کمی پر بیچ سکتا ہے جسے صریح غبن کہیں نہ اس کے ولی کو اس کے مال میں ان دونوں صورتوں کا اصلاً اختیار۔[فتاوی رضویہ ق ج ۱ ص ۴۳۳، حاشیہ نمبر ۴]

استادوں کو اختیار ہے کہ باپ، دادا یا ان کے وصی کی اجازت سے اپنے شاگرد بچوں سے معمولی کام، خدمت لیں، جہاں تک عام دستور ہو اور اس میں بچہ کا ضرر نہ ہو مگر نہ ان کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں نہ ان سے بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں۔[فتاوی رضویہ قدیم جلد ۱، صفحہ ۴۳۳، حاشیہ نمبر ۵]

افطار کی دعا بعد افطار کریں یا پہلے؟

لوگ عام طور پر یہی سمجھتے ہیں کہ افطار کی دعا افطار کرنے سے پہلے پڑھنی چاہیے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مسنون یہ ہے کہ بسم اللہ شریف پڑھ کر افطار کرے اس کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم لك صمت وبك آمنت وعلى رزقك افطرت۔ **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** نے اس پر مکمل تحقیقی گفتگو فرمائی، چنانچہ رقمطراز ہیں:

فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے ابوداؤد عن معاذ بن زهرة انه بلغه ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان اذا افطر قال اللهم لك صمت وعلى رزقك فحمل افطر على معنى ارادة الافطار وصرف عن الحقيقة من دون حاجة اليه و ذا لايجوز و هكذا فى افطرت۔ **مولانا علی قاری علیہ الباری مرقاۃ شرح مشکوۃ** میں فرماتے ہیں: (كان اذا افطر قال) اى دعا و قال ابن الملك اى قرأ بعد الافطار الخ۔

ترجمہ: ابوداؤد میں حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا

پڑھتے: ''اے اللہ میں نے تیری رضا کی خاطر روزہ رکھا، تیرے رزق پر افطار کیا'' تو یہاں افطر سے مراد ارادۂ افطار لینا اور حقیقی معنی سے بے ضرورت اعراض کرنا ہے حالانکہ یہ جائز نہیں اور اسی طرح کا معاملہ ''افطرت'' میں ہے۔

مولانا ملا علی قاری علیہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: (جب افطار کرتے تو کہتے) یعنی دعا کرتے ابن الملک نے کہا کہ افطار کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

[فتاوی رضویہ مترجم جلد ۱۰، ص ۶۲۹، ۶۳۰]

جانور بٹائی پر دینا:

دیہاتوں میں یہ رواج ہے کہ مرغی، بکری، گائے یا کوئی جانور پرورش کے لیے دوسروں کو دیتے ہیں تو یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ اس جانور کی تم پرورش کرو اور اس سے جو بچے پیدا ہوں گے اس میں آدھا میرا اور آدھا تمہارا ہوگا اور وہی تمہاری اجرت ہوگی۔ اور اصل جانور کا مالک خریدار ہی رہے گا صرف زائد دونوں کے مابین تقسیم ہوں گے۔ جب کہ مذکورہ طریقہ پر جانور کسی کو پرورش کے لئے دینا جائز نہیں۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفتاء ہوا:

''چہ مے فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ دریں ملک عرف است کہ یک شخص چند گوسفنداں یا مادہ گاواں وغیرہم باجارہ بادیگر بایں وعدہ می دہد کہ تا سال چار یا ہفت، ہشت، ایں مال را بچراند، اقرار ایں است کہ اصل مال خود ملک من است، و ہر چہ افزاید یعنی زاید، نصف نصف است، ایں را نیم سودی می گویند آیا ایں اجارہ جائز است یا نہ؟

ترجمہ: علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک میں عرف یہ ہے، بکریاں اور گائے وغیرہ دوسرے کو اس شرط پر بطور اجارہ دیتے ہیں، ایک یا سات یا آٹھ سال اس مال کو

چراۓ اور قرار دیتے ہیں کہ اصل مال مالک کا اور زائد ہو جائیں تو زائد میں نصف نصف ہوگا، اسے نصف سود کہتے ہیں کیا یہ اجارہ جائز ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

جواب: ایں اجارہ حرام است بوجوہ منھا الجھالۃ، منھا الغرر، و منھا معنی قفیز الطحان۔

ترجمہ: یہ اجارہ حرام ہے کئی وجوہ سے، ایک جہالت، ایک دھوکا، اور ایک چکی کی پسائی میں قفیز کا معنی ہے۔ [فتاوی رضویہ مترجم، ج۱۹، ص۵۰۵]

غسل میت میں استعمال شدہ اشیا کو نحوست سمجھ کر پھینک دینا:

بعض جگہوں میں میت کو غسل دینے میں جو برتن وغیرہ (لوٹا، بالٹی، جگ) استعمال ہوتے ہیں ان کو توڑ دیتے ہیں یا پھینک دیتے ہیں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ان چیزوں کے گھر میں رہنے سے نحوست آتی ہے اسی وجہ سے لوگ اس برتن کو پھینک دیتے ہیں جب کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں اور لوگوں کا گڑھا ہوا مسئلہ ہے جو جہالت پر مبنی ہے۔ شریعت نے اس کو تضییع مال قرار دیا ہے اس کے متعلق اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں:

''گناہ ہے کہ بلاوجہ تضییع مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہو جائے تاہم پاک کر لینا ممکن۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ان اللہ کرہ لکم ثلاثا" اللہ تعالیٰ تین باتیں تمہارے لئے ناپسند رکھتا ہے "قیل وقال و کثرۃ السؤال و اضاعۃ المال" یعنی فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت رواہ الشیخان و غیرھما اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے میت کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آ گئی تو یہ خیال اوہام کفار ہند سے بہت ملتا

ہے۔ [فتاوی رضویہ قدیم ج۴،ص۱۷۶]

دینی کام میں غیر مسلموں سے چندہ لینا:

آج کل ہمارے معاشرہ میں نوجوان بلکہ کچھ ذی رائے بھی دینی امور مثلاً جلسہ وجلوس، میلاد ومحافل یا تعمیر مسجد وغیرہ کے لیے غیروں سے بھی چندہ لے لیتے ہیں، خاص طور سے جو حضرات مارکیٹ میں رہتے ہیں وہ اس کا خیال نہیں رکھتے، کہ ہم کس سے چندہ لے رہے ہیں؟ وہ مسلم ہیں یا غیر مسلم۔

اس کے متعلق حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں:

> ''دینی کام میں کافروں سے استعانت حرام۔قال اللہ عزوجل: "لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلك فلیس من الله فی شئ"[۳/۲۸] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔"تفسیر ارشاد العقل وتفسیر فتوحات الٰهیه" میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:نهوا عن الاستعانة بهم فی الامور الدینیة۔ یعنی اس آیۂ کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کہ کافروں سے کسی دینی کام میں مدد لیں۔'' [فتاوی رضویہ مترجم ج۱۴، ص۱۶۳،۱۶۴]

فقہائے کرام نے غیر مسلموں کی زمین میں اسی لیے نماز پڑھنے سے منع فرمایا کہ کسی عبادت کی ادائیگی میں غیر مسلم کے تعاون کا دخل نہ ہو چنانچہ اسی میں امام اہل سنت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

> ''یونہی ایسی نماز قائم کرنے کے لئے جس کی بنا پر مسلمان پر تفرقہ ڈالنے اور سنی عالم کی اقتدا روک کر غالباً کسی متہم کے پیچھے پڑھوانے پر ہو، زمین کفار ہی مناسب تھی کہ قضیۂ زمین برسرزمین

ورنہ فقہائے کرام نے تو کافر کی زمین میں نماز پڑھنے سے اتنا روکا ہے کہ مسلمان کی زمین پر بے اس کے اذن کے پڑھے اور کافر کی زمین سے بچے، اور اگر مسلمان کی زمین میں کھیتی ہے کہ اس میں نہیں پڑھ سکتا تو راستے میں پڑھے اور کافر کی زمین میں نہ پڑھے، اگر چہ راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر یہ کراہت کافر کی زمین میں پڑھنے کی کراہت سے ہلکی ہے۔ [فتاوی رضویہ مترجم ج۱۴، ص۱۶۳]

قبرستان میں جانور چرانا حرام:

گاؤں دیہات کے قبرستانوں میں جانور چرانے کا عام رواج پڑ گیا ہے۔ لوگ اپنے جانوروں کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں یہیں تک محدود نہیں بلکہ بعض دفعہ عورتیں بکریوں کو قبرستان میں لے کر چرنے کی غرض سے چھوڑ آتی ہیں، پھر جانور قبرستان میں چرتے بھی ہیں اور نجاست بھی پھیلاتے ہیں۔ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ یہ برا اور قبیح فعل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کی وجہ ہے۔ بعض دفعہ قبرستان کے ذمے داران پابندیاں بھی عائد کرتے ہیں لیکن خاطر خواہ اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، جب کہ اس سے مردوں کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ کہ جس طرح انسان کو حیات میں جن چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے بعد ممات بھی ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے اور مردوں کو تکلیف پہنچانا حرام اشد حرام ہے۔

احادیث مقدسہ میں اس کی سخت مذمت و وعید وارد ہے: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں:

> ''جانوروں کا قبرستان میں چرانا کسی طرح جائز نہیں مطلقاً حرام ہے قبروں کی بے ادبی ہے مذہب اسلام کی توہین ہے کھلی مذہبی دست اندازی ہے''۔ [فتاوی رضویہ قدیم ج۶، ص۴۹۲]

آیت کریمہ میں نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انگوٹھے چومنا:

نام پاکِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر انگوٹھے چومنا جائز بلکہ مستحب ہے لیکن

آیت کریمہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم"کی تلاوت کے وقت نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرانگوٹھے چومنا منع ہے مگر آج کل لوگ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم" [القرآن الکریم،پ:۲۲،آیت:۴۰] کی تلاوت کرتے یا سنتے وقت بھی خاص طور پر فاتحہ خوانی میں انگوٹھے چومتے ہیں اوراس میں کچھ پڑھے لکھے لوگ بھی غفلت برتتے ہیں، ہاں! اذان سنتے وقت نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پرانگوٹھے چومنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سوال ہوا کہ:

''انگوٹھے چومنا وقت تلاوت آیۃ کریمہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم" (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ت) اوراذان میں لفظ"اشھد ان محمداً رسول اللہ" پرجائز ہے یانہیں؟ تواعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذان سنتے وقت جائز بلکہ مستحب ہے اور آیۃ کریمہ سنتے وقت جس طرح رائج ہے ناجائز ہے۔[فتاویٰ رضویہ م،ج۲۴،ص۵۱۰]

بھاؤ پر بھاؤ کرنا:

آج کل بازاروں میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جہاں ایک آدمی کسی چیز کوخریدنے کے لیے بھاؤ کرتا ہے بلکہ یہاں تک کہ اس کی قیمت بھی متعین ہوجاتی ہے وہیں دوسرا شخص بھی آکر بھاؤ کرنے لگتا ہے جب کہ شریعت میں ایسا کرنا منع ہے خرید وفروخت کے اس طریقہ کوفقہائے کرام نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کریں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے متعلق رقمطراز ہیں:

''اسی طرح دوسرا مسلمان جب ایک چیز خرید رہا ہو اور

قیمت فیصل ہوگئی اور گفتگو ہنوز قطع نہ ہوئی ایسی حالت میں قیمت بڑھا کرخواہ کسی طور پر خود خرید لینا مکروہ تحریمی ہے۔فی "الدر المختار"
تحريما السوم على سوم غيره و لو ذميا او مستامنا بعد الاتفاق على مبلغ الثمن والا لا لانه بيع من يزيد اھ مختصرا۔

ترجمہ: درمختار میں ہے کہ کسی کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا مکروہ تحریمی ہے، اگر چہ پہلے بھاؤ والا ذمی ہو یا مستامن ہوجبکہ مبلغ ثمن پر اتفاق ہو چکا ہو ورنہ ثمن پر اتفاق کے بغیر دوسرے کا بھاؤ لگانا مکروہ نہیں کیونکہ اس صورت میں نیلامی والی بیع ہوجائے گی۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۳، ص۶۰۴، ۶۰۵]

کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی کافر کہنا:

ہمارے معاشرہ میں کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ کسی سے جھگڑتے ہیں تو غصے میں آ کر سامنے والے سے خوب گالی گلوچ کرتے ہیں اور اسے کافر تک کہہ دیتے ہیں جب کہ شریعت میں گالی دینا حرام ہے اور کافر کہنا اشد حرام بلکہ شریعت ایسے شخص کے بارے میں حکم عائد کرتی ہے کہ اگر وہ ایک دوسرے کو اعتقادی طور پر کہتا ہے تو خود کہنے والا کافر ہو جائے گا اور اگر سب وستم کی بنا پر کہتا ہے تو کہنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ:

ایک شخص نے علی الاعلان توبہ کی اس پر کفر کا فتوی منگانا اور اس مسلمان کو کافر کہنا ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے؟ تو آپ اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: جو شخص توبہ کر چکا ہو اس پر کفر کا فتوی منگانا سخت عذاب کا استحقاق ہے اور مسلمان کو بلا وجہ کافر کہنے پر حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا کہ وہ کہنا اس کہنے والے ہی پر پلٹ آئے گا یعنی جب کہ بروجہ اعتقاد ہو اور بروجہ سب ودشنام تو اشد کبیرہ۔

[فتاوی رضویہ قدیم، ج۶ ص۴۵]

بدھ کے دن ناخن تراشنا ممنوع:

لوگ ناخن کاٹنے میں دن کا اہتمام نہیں کرتے جس دن خیال آیا اسی دن ناخن تراشنا شروع کر دیا خواہ بدھ ہی کا دن کیوں نہ ہو جب کہ بدھ کے دن ناخن تراشنا منع ہے حدیث میں ہے کہ جو شخص بدھ کے دن ناخن تراشتا ہے اسے برص کی شکایت ہوتی ہے، اس سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفتاء ہوا کہ:

بدھ کے دن ناخن کتروانا چاہئے یا نہیں؟ اگر نہ چاہئے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''نہ چاہئے، حدیث میں اس سے نہی آئی کہ معاذ اللہ مورثِ برص ہوتا ہے۔ بعض علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بدھ کو ناخن کتروائے، کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا، فرمایا صحیح نہ ہوئی۔ فوراً برص ہو گئی، شب کو زیارتِ جمالِ بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے فرمایا کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے، عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی، ارشاد ہوا تمہیں اتنا کافی تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمھارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبرئ الاکمہ والابرص و محی الموتیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حضور اندھوں، کوڑھیوں اور مردوں کو صحت و حیات بخشنے والی ہستی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔) نے اپنا دستِ اقدس کہ پناہِ دو جہاں و دستگیرِ بیکساں ہے ان کے بدن پر لگایا فوراً اچھے ہو گئے اور اسی وقت سے توبہ کی کہ اب

کبھی حدیث سُن کر ایسی مخالفت نہ کروں گا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:قص الاظفار و تقليمها سنة ورد النهى عنه فى يوم الاربعاء وانه يورث البرص و حكى عن بعض العلماء انه فعله فنهى عنه فقال لم يثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فراى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى منامه فشكى اليه ما اصابه فقال له ا لم تسمع نهى عنه فقال لم يصح عندى فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يكفيك انه سمع ثم مسح بدنه بيده الشريفة فذهب ما به فتاب عن مخالفة ما سمع اھ۔

ترجمہ: ناخن کاٹنے سنت ہیں لیکن بدھ کے دن ایسا کرنے سے حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے کیونکہ اس سے مرضِ برص (جسم پر سفید داغ) پیدا ہوتا ہے۔ بعض اہلِ علم کی حکایت ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کٹوائے انھیں اس سے منع کیا گیا لیکن انھوں نے فرمایا یہ حدیث ثابت نہیں، انھیں فوراً مرضِ برص لاحق ہو گیا پھر انھیں خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انھوں نے آپ سے مرضِ برص کی شکایت کی، آپ نے ان سے فرمایا کیا تم نے بدھ کے روز ناخن کٹوانے کی ممانعت نہیں سنی تھی؟ انھوں نے جواباً عرض کیا کہ ہمارے نزدیک وہ حدیث پایۂ صحت کو نہیں پہنچی تھی۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لیے اتنا ہی کافی ہونا چاہیے تھا کہ حدیث سُن لی تھی۔ ازاں بعد آپ نے اپنا دستِ اقدس ان کے جسم پر پھیرا تو فوراً مرض زائل ہو گیا۔ اس کے بعد عالم موصوف نے اسی وقت سماع کردہ حدیث کی مخالفت سے توبہ کی اھ۔

یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہٗ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

ورد فی بعض الآثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث البرص و عن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء فتذکر ذلك فترك ثم رای ان قص الاظفار سنة حاضرة و لم یصح عنده النهی فقصها فلحقه ای اصابه البرص فرای النبی صلی الله تعالیٰ علیه و سلم فی النوم فقال الم تسمع نهی عن ذلك فقال یا رسول الله لم یصح عندی ذلك فقال یکفیك ان تسمع ثم مسح صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی بدنه فزال البرص جمیعا قال ابن الحاج رحمه الله تعالیٰ فجددت مع الله توبة الیٰ لا اخالف ما سمعت عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ابدا۔ والله سبحٰنه و تعالیٰ اعلم بالصواب فقط۔

ترجمہ: بدھ کے روز ناخن کترنے سے بعض آثار میں نہی وارد ہوئی ہے کیونکہ یہ عمل باعثِ مرضِ برص ہے ابن الحاج صاحبِ مدخل سے مروی ہے کہ انھوں نے بدھ کے دن اسی نہی کے پیش نظر ناخن نہ کاٹے پھر خیال آیا کہ ناخن کاٹنے کا عمل تو سنت ہے اور نہی والی روایت صحیح نہیں، چنانچہ اسی خیال کے ساتھ ناخن کاٹ ڈالے اور انھیں مرضِ برص لاحق ہو گیا، پھر خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے فرمایا کیا تم نے ممانعت نہیں سنی تھی؟ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میرے نزدیک یہ حدیث صحیح نہ تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمھارے لیے میرے نام کی نسبت سے سننا ہی کافی تھا (یعنی کافی

ہونا چاہئے تھا) پھر آپ نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو مرضِ برص سے شفا ہو گئی اور مرض مکمل طور پر زائل ہو گیا۔ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور نئے سرے سے توبہ کی کہ اب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اور حوالے سے جو کچھ بھی سنوں گا اس کی مخالفت کبھی نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ پاک وبلند وبالا ہے اور وہ راہِ صواب کو خوب جانتا ہے فقط۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۲، ص ۴۵۷ تا ۴۵۷]

اللہ رب العزت کو اوپر والا کہنا:

آج کل بعض غیر تعلیم یافتہ اللہ تبارک وتعالی کے لئے لفظ ''اللہ'' بولنے کے بجائے ''اوپر والا بولتا'' اور کوئی کہتا ہے ''اللہ آسمان میں ہے'' اور کوئی کہتا ہے ''اللہ زمین پر ہے'' یا یہ کہتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے'' اس طرح کے الفاظ اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان میں بولتے ہیں جو بالکل ناجائز وحرام ہے، کیونکہ جمہور مسلمین کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیت سے پاک ومنزہ ہے، اب اگر کوئی شخص اللہ رب العزت کو ''اوپر والا'' کہے تو اس سے اللہ کے لیے جہت ثابت کرنا لازم آئے گا۔ اور یہ متفقہ عقیدہ کے برخلاف ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کے لیے مکان ماننا کفر ہے، بحرالرائق جلد پنجم ص ۱۲۹ میں ہے: یکفر بقوله یجوز ان یفعل الله فعلا لاحکمة فیه و باثبات المکان لله تعالیٰ۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے فعل کا صدور ممکن ہے جس میں حکمت نہ ہو تو وہ کافر ہے یا وہ اللہ تعالیٰ کے مکان کا اثبات تسلیم کرتا ہے۔ (ت)

فتاوی قاضی خان فخر المطابع جلد چہارم، ص ۴۳۰: یکون کفرا لان الله تعالیٰ منزه عن المکان۔ کافر ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ (ت)

فتاویٰ خلاصہ قلمی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲، جنس ۲: یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالیٰ۔ وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کیا ہے۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیری مطبع مصر جلد دوم، ص ۱۲۹: یکفر باثبات المکان للہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنا کفر ہے۔ (ت)

جامع الفصولین جلد دوم، ص ۲۹۸ فتاوی ذخیرہ سے: قال اللہ تعالیٰ فی السماء عالم لو ارادبہ المکان کفر۔ کسی نے کہا اللہ تعالیٰ آسمان میں عالم ہے اگر اس سے مراد مکان لیا ہے تو کفر ہے۔ (ت)

(۲) مولیٰ عزوجل کے لیے جہت ماننا بھی صریح ضلالت و بد دینی ہے اور بہت ائمہ نے تکفیر فرمائی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحفہ اثناعشریہ طبع کلکتہ، ص ۲۵۵، بیان عقائد اہلسنت و جماعت میں ہے: عقیدۂ سیزدہم آنکہ حق تعالیٰ را مکان نیست واو را جہتے از فوق و تحت متصور نیست وہمیں ست مذہب اہلسنت و جماعت۔ تیرھواں عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لیے مکان نہیں اور نہ اس کے لیے کوئی جہت نہ فوق اور نہ تحت، اور یہی اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ (ت) امام ابن حجر مکی کی اعلام بقواطع الاسلام طبع مصر ص ۱۵، بعد نقل کلام امام حجۃ الاسلام غزالی: ھکذا کما تری ظاھر فی تکفیر القائلین بالجھۃ۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں جو لوگ جہت کے قائل ہیں ان کا کافر ہونا واضح ہے (ت) اسی میں ان کلمات میں جو ہمارے ائمہ کے نزدیک بالاتفاق کفر ہیں ص ۳۲ پر ہے:

او قال اللہ تعالیٰ فی السماء عالم او علی العرش عنی بہ المکان او لیس لہ نیۃ او قال ینظر الینا و یبصرنا من

العرش، او قال هو في السماء او على الارض، او قال لا يخلو منه مكان او قال الله تعالیٰ فوق و انت تحته اه و نازعه۔ ابن حجر في قوله ليس له نية فقال في الكفر نظر فضلا عن كونه متفقا عليه لان النية القصد، و قد ذكر النووی عفا الله تعالى عنه في شرح المهذب انه يقال قصد الله كذا بمعنى اراد فمن قال ليس له نية اى قصد فان اراد انه ليس قصد كقصدنا فواضح، وكذا ان اطلق او اراد انه لا ارادة له اصلا فان اراد المعنى الذى تقوله المعتزلة فلا كفر ايضا، او اراد سلبها مطلقا لا بالمعنى الذى يقولونه فهو كفر، اھ۔ اقول رحم الله الشيخ ليس له نية ليس من الفاظ الكفر بل هو عطف على قوله عنى به المكان اى يكفر ان اراد المكان، او اطلق و لم ينو شيئا قال في البحر الرائق: ان قال الله في السماء فان قصد حكاية ما جاء في ظاهر الاخبار لايكفر و ان اراد المكان كفر وان لن يكن له نية كفر عند الاكثر وهو الاصح وعليه الفتویٰ۔

ترجمہ: یا کہتا ہے کہ وہ آسمان میں عالم ہے یا عرش پر، اور اس سے مراد مکان لیتا ہے یا اس کی کوئی نیت نہیں یا کہتا ہے کہ اللہ تعالی ہم کو عرش سے دیکھتا ہے، یا کہتا ہے وہ آسمان میں ہے، یا زمین پر، یا کہتا ہے اس سے کوئی مکان خالی نہیں، یا کہتا ہے اللہ تعالیٰ اوپر ہے اور تو نیچے، اھ ابن حجر نے "ليس له نية" کی صورت میں اختلاف کیا اور کہا کہ اس صورت میں کفر میں اختلاف ہے چہ جائیکہ کفر بالاتفاق ہو کیونکہ نیت قصد کا نام ہے، امام نووی نے شرح المھذ ب میں کہا کہ جو کہا جاتا ہے قصد اللہ کذا یعنی اللہ نے ارادہ فرمایا کے معنی میں ہوتا ہے اور جس نے کہا ''اللہ کے لئے نیت نہیں''، یعنی قصد نہیں،

اگراس کی مراد یہ ہے کہ اس کا قصد ہمارے قصد کی طرح نہیں تو یہ واضح ہے اسی طرح اگر یہ کلمہ مطلقاً ذکر کیا یا یہ مراد لیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ارادہ نہیں، اب اگر وہ معنی مراد لیا جو معتزلہ کہتے ہیں تو وہ بھی کفر نہیں یا مراد یہ ہے کہ مطلقاً ارادہ کی نفی ہے نہ کہ وہ معنی جو معتزلہ کا قول، تو پھر کفر ہے اھ۔ اقول اللہ تعالیٰ شیخ پر رحم فرمائے ''اس کی نیت نہیں'' یہ الفاظ کفر میں سے نہیں بلکہ اس کا عطف ''اس نے مکان مراد لیا'' پر ہے یعنی وہ کافر ہو جائیگا جب اس نے مکان مراد لیا یا اس نے کلمہ بولا اور اس سے کوئی ارادہ نہ کیا، بحر الرائق میں ہے کہ اگر کسی نے کہا اللہ آسمان میں ہے اگر تو اس نے وہ مراد لیا جو ظاہراً اخبار میں ہے تو پھر کافر نہیں، اور اگر اس نے مکان مراد لیا تو کفر ہوگا اور اگر اس نے کوئی ارادہ نہ کیا تو اکثر کے نزدیک وہ کافر ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ نیز اسی کے فصل کفر متفق علیہ میں ہے، ص۳۹: او شبهه تعالى بشئى او وصفه بالمكان او الجهات۔ یا اس نے اللہ تعالیٰ کو کسی شئے کے ساتھ مشابہت دی یا مکان یا جہت کے ساتھ اس کا وصف بیان کیا۔ (ت) [فتاویٰ رضویہ مترجم ج۱۴، ص۲۸۲ تا۲۸۴]

پوشیدہ گناہ کا اعلان دوہرا گناہ:

اس پرفتن دور میں کچھ لوگ اعلانیہ گناہ کرتے ہیں اور کچھ پوشیدہ، مگر جو پوشیدہ کرتے ہیں بعد میں ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو بعد میں اس گناہ کا اعلان و چرچا بھی دوستوں کے سامنے کرتے ہیں مثلاً تنہائی میں فلم دیکھنا پھر اس فلم کی کہانی اپنے دوستوں سے ذکر کرنا جب کہ اس گناہ پر کوئی مطلع نہ ہوا اس گناہ کو دوسروں کے سامنے بیان کرنا اشد حرام، کہ یہ گناہ پر گواہ بنانا اور گناہ کا اعلان کرنا ہوا اور گناہ کا اعلان کرنا یہ دوہرا گناہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اصل یہ ہے کہ گناہ اعلانیہ دوہرا گناہ ہے، اعلان گناہ

دوہرا گناہ بلکہ اس گناہ سے بھی بدتر گناہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:"کل امتی معافی الا المجاھرین" رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ و الطبرانی فی الاوسط عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ **میری سب امت عافیت میں ہے سوا ان کے جو گناہ آشکارا کرتے ہیں (بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے)** نیز حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:ولا یزول العذاب مکشوفا عن العباد لما استتروا بمعاصی اللہ فاذا اعلنوھا استوجبوا عذاب النار۔ رواہ فی مسند الفردوس عن المغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ترجمہ: **ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بندوں سے دور رہے گا جبکہ وہ اللہ تعالی کی نافرمانیوں کو ڈھانپیں اور چھپائیں گے پھر جب علانیہ گناہ اور نافرمانیاں کریں گے تو وہ عذاب کے مستحق اور سزاوار ہو جائیں گے محدث دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔**

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج۲۱،ص۱۴۴،۱۴۵]

ڈی جے (DJ) کا پیشہ کرنا کیسا؟

دور حاضر میں بیاہ، شادی اور بارات میں گانے بجانے اور ڈانس کرنے کی رسم عام ہو چکی ہے، اس میں کرایہ پر دینے کی غرض سے بعض لوگ ڈی جے کا سیٹ تیار کر کے ان چیزوں کو کرایہ پر دیتے ہیں، جب کہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ شادی، بیاہ یا کسی بھی تقریب میں گانے بجانے اور ڈانس کے غرض سے ڈی جے کو کرایہ پر دینا حرام ہے کہ "ڈی جے" لہو ولعب کا سامان ہے اور اسے کرایہ پر دینے کا پیشہ بنالینا حرام اشد حرام ہے، اس پر اجرت کے طور پر جو رقم ملتی ہے وہ بھی حرام ہے، اس لئے کہ حرام پیشہ کی اجرت بھی

حرام ہی ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''حرام فعل کی اجرت میں جو کچھ لیا جائے وہ بھی حرام ہے کہ اجارہ نہ معاصی پر جائز ہے نہ اطاعت پر۔'' [مترجم ج۲۱،ص۱۸۷]

مرض الموت میں بیوی سے دین مہر معاف کرانا کافی نہیں؟

دور حاضر میں کچھ لوگ اتنا زیادہ مہر مقرر کردیتے ہیں کہ جسے وہ پوری زندگی ادا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے،تو ایسے لوگ اپنے ذمہ سے مہر کو اس وقت معاف کرواتے ہیں جب بیوی مرض الموت میں ہوتی ہے جب کہ مرض الموت میں اگر کسی نے دین مہر معاف کرایا تو کافی نہیں،اس کے ذمے دین مہر باقی ہی رہے گا کیوں کہ مرض الموت میں معاف کرنا از قبیلِ حکمِ وصیت ہے،شوہر بیوی کا وارث ہوتا ہے اور وارث کے لئے وصیت دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر باطل ہے،البتہ اگر دوسرے ورثاء اجازت دے دیں تو ان کے حصے کی مقدار معاف ہوجائے گا جب کہ اجازت دینے والے عاقل بالغ ہوں اور اگر ان ورثاء میں نابالغ بھی ہوں تو نابالغ کی اجازت صحیح نہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

''مرض الموت میں اپنا دین دائن کو ہبہ یا معاف کرنا حکم وصیت میں ہے اور زوج وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثاء باطل ہے کہ ثلث وغیرہ کسی حصے میں نافذ نہیں ہو سکتی پس صورت مسئولہ میں اگر کل وارث عاقل بالغ ہوں اور اس معافی مہر کو جائز رکھیں معاف ہو جائے گا اور بعض اجازت دیں تو بقدر انھیں کے حصے کے ساقط ہوگا اور کوئی اجازت نہ دے تو دیگر ورثاء کا حصہ کہ نصف یا تین ربع مہر ہے تمام وکمال واجب الادا رہے گا،عورت کا معاف کرنا کچھ معتبر نہ رہے گا۔''

خزانۃ المفتین و ہندیہ میں ہے: ''مریضة قالت لزوجها ان مت من مرضی هذا فمهری علیك صدقة او فانت فی حل من مهر ی فمات من ذالك المرض فقولها باطل

والمهر علی الزوج" مریضہ بیوی نے خاوند کو کہا اگر میں اس مرض میں فوت ہو جاؤں تو میرا مہر تجھ پر صدقہ ہے یا یہ کہے "تو مہر سے آزاد ہے" تو وہ اس مرض میں فوت ہوگئی تو بیوی کا یہ قول باطل ہوگا اور مہر خاوند کے ذمہ لازم رہے گا۔ (ت) نہر الفائق وعقود الدریہ میں مسئلہ مذکورہ خانیہ سے نقل کر کے فرمایا: "وکان ینبغی ان یقال ان اجازت الورثة تصح بان المانع من صحة الوصیة کونه وارثا" مناسب یہ تھا کہ یوں کہتے اگر باقی ورثہ جائز کردیں تو صحیح ہے کیوں کہ وصیت کے موانع میں سے وارث ہونا بھی ہے۔" (ت)

جامع المضمرات شرح قدوری وعالمگیریہ میں ہے: "مریضة وهبت صداقها من زوجها ان کانت مریضة مرض الموت لا یصح الا باجازت الورثة" اھ مختصرا۔ مریضہ نے اپنا مہر خاوند کو ہبہ کیا اور وہ مرض الموت کی مریضہ ہے تو یہ ہبہ ورثاء کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ [فتاوی رضویہ مترجم ج ۱۹، ص ۲۸۵ تا ۲۸۶]

کیا حج کرنے سے قضا نماز وروزے معاف ہوجاتے ہیں؟

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج بیت اللہ کرنے سے اس کی زندگی میں جو نمازیں اور روزے ادا کرنے سے رہ گئے اس کی قضا اس کے ذمہ سے ساقط ہوجاتی ہے یہ محض جہالت اور شریعت سے ناواقفیت ہے بلکہ ان تمام روزوں اور نمازوں کی قضا لازم وضروری ہے جو اس کے ذمے باقی ہے۔ہاں اگر اس نے خلوص نیت کے ساتھ،حلال مال اور ہر طرح کے فسق وفجور سے اجتناب کرتے ہوئے حج کیا۔پھر بعد حج اس کی زندگی نے وفا نہ کی،کہ وہ حق اللہ وحق العباد ادا کرپاتا یعنی اتنا وقت ہی نہ ملا کہ وہ نمازوں اور روزے کی قضا کرتا البتہ اسے قضا کرنے کی فکر تھی،تو حج اگر بارگاہ رب العالمین میں مقبول ہوا تو امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عظیم اور حج کے صدقہ میں اسے معاف فرمادے،لیکن بعد حج اس کو

اتنا وقت نصیب ہوا کہ وہ چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کی قضا کر لیتا لیکن قضا نہ کی تو اس کے ذمے سے نمازوں اور روزوں کی قضا ساقط نہ ہوئی لہذا اس پر ضروری ہے کہ وہ چھوٹی ہوئی نمازوں روزوں کی ضرور قضا کرے ورنہ روز حشر اس کا مواخذہ ہوگا۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک رسالہ ''بنام اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد'' (بندوں کے حقوق کا کفارہ ادا کرنے والے امور کے بارے میں انتہائی حیران کن امداد) میں ہے:

حاجی پاک مال پاک کمائی پاک نیت سے حج کرے اور اس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرۂ جماع اور ہر قسم کے گناہ و نافرمانی سے بچے اس وقت تک جتنے گناہ کئے تھے بشرط قبول سب معاف ہوجاتے ہیں پھر اگر حج کے بعد فورا مر گیا اتنی مہلت نہ ملی کہ حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انہیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو امید واثق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے تمام حقوق سے مطلقا درگزر فرمائے یعنی نماز روزہ زکوۃ وغیرہا فرائض کہ بجانہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلم عفو الٰہی پھر جائے اور حقوق العباد و دیون ومظالم مثلاً کسی کا قرض آتا ہو مال چھینا ہو برا کہا ہو ان سب کو مولیٰ تعالیٰ اپنے ذمۂ کرم پر لے لے اصحاب حقوق کو روزے قیامت راضی فرما کر مطالبہ وخصومت سے نجات بخشے یوہیں اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدر قدرت تدارک حقوق ادا کر لیا یعنی زکوۃ دے دی نماز روزہ کی قضا ادا کی جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا جسے آزار پہنچا تھا معاف کرالیا جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اس کی طرف سے تصدق کر دیا بوجہ قلت مہلت جو حق اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کر دی غرض جہاں تک طرق برأت پر قدرت ملی تقصیر نہ کی تو اس کے لئے امید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہوگئی اور اثم مخالفت حج سے دھل چکا

تھا، ہاں اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سرے نو اس کے سر ہوں گے کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے ان کی ادا میں پھر تاخیر و تقصیر گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے ازالہ کو کافی نہ ہوگا کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کے لئے پروانۂ بے قیدی نہیں ہوتا بلکہ حج مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے۔

[فتاوی رضویہ مترجم جلد ۲۴، ص ۴۶۶]

اور اگر وقت ملنے کے باوجود نمازیں ذمے میں رہ گئیں اور وقت اجل آ گیا تو وارثین ہر فرض نماز اور واجب کے بدلے میں فدیہ دیں۔

میت کے گھر کب تک کھانا بھیجنا چاہئے؟

اگر کسی کے گھر کوئی انتقال کر جاتا ہے تو عموماً ان کے گھر خویش و اقارب اور پڑوسی کئی دنوں تک کھانا بھیجتے رہتے ہیں انھیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں (غیر اہل میت) کو اصرار کر کے کھلاتے اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں جب کہ شریعت مطہرہ میں میت کے گھر صرف ایک ہی دن کھانا بھیجنا سنت ہے اور اس کے بعد مکروہ، اور میت کے گھر اس دن جو کھانا بھیجا جاتا ہے میت کے گھر والوں کے علاوہ کسی کو بھی وہ کھانا جائز نہیں اور نہ ہی گھر والوں کا کسی کو کھلانا جائز، اور جس گھر میں چند نوحہ کرنے والی عورتیں جمع ہو جائیں، تو وہاں کھانا بھیجنا جائز ہی نہیں، اس لیے کہ اس سے گناہ میں امداد ہوگی۔ اس قبیح و شنیع رواج کے متعلق امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں:

> اگر چہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں کو ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انھیں کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے، اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز

حکم نہیں اور ان کے لیے بھی فقط روزِ اول کا حکم ہے، آ گے نہیں۔
مزید ''کشف الغطاء'' کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: مستحب است خویشاں و ہمسایہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز و الحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است، اھ ملخصاً۔ یعنی میت کے عزیزوں ہمسایوں کے لیے مستحب ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوائیں جسے ایک دن رات وہ سیر ہو کر کھائیں اور اصرار کر کے کھلائیں، غیر اہل میت کے لیے یہ کھانا قول مشہور کی بنیاد پر مکروہ ہے۔ ملخصاً۔
[فتاوی رضویہ مترجم ج۹، ص:۶۶۶]

مزید نوحہ کرنے والی عورتوں کے متعلق فرماتے ہیں:
یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعالِ منکرہ کرتی ہیں، مثلا رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا، الیٰ غیر ذالک۔ اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کے لیے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ: ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان (گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو) نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے، تو اس ناجائز مجمع کے لیے ناجائز تر ہوگا۔'' ''کشف الغطاء'' میں ہے: ساختن طعام در روز ثانی و ثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ است زیرا کہ اعانت است ایشاں را بر گناہ۔ ترجمہ: اگر نوحہ کرنے والیاں جمع ہوں تو اہل میت کے لئے دوسرے تیسرے دن کھانا پکوانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں گناہ پر اعانت ہے۔ [فتاوی رضویہ مترجم ج۹، ص:۶۶۵]

تو ان فقہی جزئیات سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ اہل میت کے لیے صرف ایک دن چولہا نہ جلانا، کھانا نہ پکانا منع ہے، نہ کہ اس سے زائد، اس لیے کہ ان کے گھر صرف ایک دن کھانا بھیجنا سنت ہے اور اس کے بعد بھجوانا مکروہ۔ اور یہ بات جو عوام الناس میں مشہور و رائج ہے کہ اہل میت کو تین دن تک چولہا نہیں جلانا چاہیے، تو یہ بات ان فقہی جزئیات کی روشنی میں غلط اور باطل ہے۔

غیر معتکف کے لیے مسجد میں کھانا، پینا اور سونا جائز نہیں:

آج کل لوگ مسجد کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھے بغیر اس میں کھانا پینا، بیہودہ باتیں اور بلند آواز سے گفت وشنید کرنا شروع کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ کچھ لوگ سوتے بھی ہیں، جب کہ مسجد میں مباح باتیں بھی کرنے سے روکا گیا ہے، تو یہ سب چیزیں کیوں کر مشروع ہوں گی، اس لیے کہ مسجد خالص اللہ تبارک وتعالیٰ کا گھر ہے جو صرف عبادت کے لیے بنائی جاتی ہے نہ کہ دوسرے امور کے لیے، لیکن لوگ اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتے، حالانکہ حدیث پاک میں مسجد کے اندر دنیاوی باتیں اور بلند آواز سے بولنے کی ممانعت آئی ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "سیکون فی آخر الزمان قوم یکون حدیثھم فی مساجد ھم لیس للہ فیھم حاجۃ۔" ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے۔ اللہ عزوجل کو ان لوگوں سے کچھ کام نہیں۔ [جامع الاحادیث ج۱ص۵۰۸، رقم الحدیث:۷۵۲]

عن عبید اللہ بن حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من اجاب داعی اللہ واحسن عمارۃ مساجد اللہ کانت تحفتہ بذٰلک من اللہ الجنۃ، قیل: یا رسول اللہ! ما حسن عمارۃ مساجد اللہ کانت لایرفع فیھا صورت و لا یتکلم فیھا بالرفث۔"
حضرت عبید اللہ بن حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ عزوجل کے داعی کی آواز پر لبیک کہا اور اللہ تعالی کی مسجدیں اچھے طور پر تعمیر کی تو اس کے عوض اللہ تعالی کے یہاں جنت ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ مسجدوں کی اچھی طرح تعمیر کیا ہے فرمایا اس میں آواز بلند نہ کرنا اور بیہودہ بات زبان سے نہ نکالنا۔[مرجع السابق،ص:۵۱۱،رقم الحدیث:۷۵۵]

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''مسجد میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا، نیکیوں کو کھا جاتا ہے، جیسے آگ لکڑی کو۔ نیز مدارک میں ایک حدیث نقل کی ہے:الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل البهيمة الحشيش۔ یعنی جو مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔ [مرجع السابق، ص:۵۰۹] تو ان احادیث کریمہ سے یہ امر حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مسجد میں لغو، بیہودہ باتیں کرنا اور بلند آواز سے بولنا ناجائز وحرام ہے حتی کہ مباح باتیں بھی۔ ہاں! معتکف کے لیے کھانا، پینا اور سونا جائز ہے، نہ کہ غیر معتکف کے لیے۔ اسی لیے شریعت مطہرہ میں غیر معتکف کے لیے حیلۂ جواز کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں کھانا، پینا، یا سونا چاہے تو وہ اعتکاف کی نیت کر لے، اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ دو رکعت نفل نماز پڑھ لے یا کچھ ذکر و اذکار کر لے، پھر اس کے بعد اپنے جائز امور کو انجام دے، تاکہ گناہوں سے بچ سکے اور کام کے ساتھ ثواب بھی ملتا رہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے متعلق کچھ اس طرح تحریر فرمایا ہے: صحیح و معتمد یہ ہے کہ مسجد میں کھانا پینا، سونا سوا معتکف کے کسی کو جائز نہیں۔ مسافر یا حضری اگر چاہتا ہے تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے، اور اس کے لیے نہ روزہ شرط نہ کوئی مدت مقرر ہے۔ اعتکافِ نفل ایک ساعت کا ہوسکتا ہے۔

مسجد کو گھر بنانا کسی کے لیے جائز نہیں، وہ لوگ بھی بہ نیت اعتکاف رہ سکتے ہیں۔[فتاوی رضویہ م ج۸،ص:۹۵]

چندہ کی بچی ہوئی رقم کا حکم:

دینی امور مثلاً جلسہ، جلوس، مزار، درگاہ، مسجد مدرسہ وغیرہ عموماً چندہ ہی کی رقم سے انجام پاتے ہیں اور اہل خیر دل کھول کر چندہ بھی دیتے ہیں، جلسہ کے نام پر کبھی کبھار کافی خطیر رقم جمع ہو جاتی ہے اور جلسہ کے بعد کچھ رقم بچ بھی جاتی ہے۔ جلسہ، جلوس اور دیگر تقریبات جب مدرسہ یا کسی مذہبی ادارہ کے زیر اہتمام منعقد ہوتے ہیں تو بچی ہوئی رقم اسی ادارہ میں لگ جاتی ہے اور یہ عوام کو پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو روپیہ بچے گا وہ ادارہ میں لگے گا گویا چندہ دہندگان کی طرف سے پہلے ہی سے اذن متحقق ہے مگر جہاں چندہ دینے والوں کا کوئی ادارہ نہ ہو اور نہ ہی پہلے سے کسی منصوبہ کا اعلان ہو تو ایسی صورت میں بچی ہوئی رقم کا حکم یہ ہے کہ وہ چندہ دہندگان کو واپس کر دیں یا ان کی اجازت کے بعد کسی اور کار خیر میں صرف کریں، بے ان کی اجازت کسی اور کام میں صرف کرنا حرام ہے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

> ''چندہ کا جو روپیہ کام ختم ہو کر بچے لازم ہے کہ چندہ دینے والوں کو حصہ رسد واپس دیا جائے۔ یا وہ جس کام کے لیے اب اجازت دیں اس میں صرف ہو۔ بے ان کی اجازت کے صرف کرنا حرام ہے ہاں جب ان کا پتہ نہ چل سکے تو اب یہ چاہیے کہ جس طرح کے کام کے لیے چندہ لیا تھا اسی طرح کے دوسرے کام میں اٹھائیں مثلاً تعمیر مسجد کا چندہ تھا مسجد تعمیر ہو چکی تو باقی بھی کسی مسجد کی تعمیر میں اٹھائیں۔ غیر کام مثلاً تعمیر مدرسہ میں صرف نہ کریں اور اگر اس طرح کا دوسرا کام نہ پائیں تو وہ باقی روپیہ فقیروں کو تقسیم کر دیں در مختار میں ہے:''ان فضل شیء رد للمتصدق ان علم و الا کفن به مثله و الا تصدق به'' اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں و عالمگیری وغیرہما میں ہے۔ [فتاویٰ رضویہ قدیم ج۶،

ص۳۶۸]

غیر مسلموں کو سلام کرنا اور ان کے سلام کا جواب دینا کیسا؟

آج کل مسلمان، غیر مسلموں کو اور خاص طور سے ان لوگوں کو جو کسی عہدہ پر متمکن ہوتے ہیں سلام کرنے میں احتیاط نہیں کرتے، اس سلسلہ میں امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

''کافر کو بے ضرورت ابتداء بسلام ناجائز ہے **نص علیه فی الحدیث و الفقه** اور ہندوستان میں وہ طرق تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انھیں سلام شرعی کرنے کی حاجت نہیں مثلا یہی کافی کہ لالہ صاحب، بابو صاحب، منشی صاحب یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لینا وغیر ذٰلك، کافر اگر بے لفظ سلام سلام کرے تو ایسے ہی الفاظ رائجہ جواب میں بس ہیں اور بلفظ سلام ابتداء کرے تو علما فرماتے ہیں جواب میں وعلیک کہے مگر یہ لفظ یہاں مخصوص باہل اسلام ٹھہرا ہوا ہے اور وہ کافر بھی اسے جواب سلام نہ سمجھے گا بلکہ اپنے ساتھ استہزاء خیال کرے گا تو جس لفظ سے مناسب جانے جواب دے لے اگرچہ سلام کے جواب میں سلام ہی کہہ کر فقد نص محمد انه ینوی فی الجواب السلام فافهم۔'' [**فتاویٰ رضویہ قدیم ج۹،ص۶۵،۶۶**]

تقسیم ترکہ سے پہلے مال میت کا استعمال:

عام طور پر ترکہ کی تقسیم میں ورثا تساہلی برتتے ہیں اور بعض علاقوں میں پشت در پشت تک ترکہ کی تقسیم نہیں ہوتی ہے جب کہ مورث کے انتقال کے بعد فوراً ہی حصص رسدی کے مطابق وارثین ترکہ کے مالک ہوجاتے ہیں۔خواہ وارث بالغ ہوں یا نابالغ، جملہ ورثاء بالغ ہوں تو ان سب کی اجازت سے مال ترکہ میں کسی دوسرے وارث کا تصرف جائز ہے مگر وارث نابالغ ہوں تو ان کے حصہ میں تصرف ناجائز وحرام ہے مگر بہت سارے حضرات اپنی ملکیت کی طرح پورے حصہ پر تصرف کرتے ہیں جبکہ حکم یہ ہے کہ نابالغ کا

حصہ اس وقت تک محفوظ رکھا جائے جب تک بالغ نہ ہو جائے، بعض جگہوں میں پشت در پشت ترکہ کی تقسیم نہیں ہوتی ہے اور نابالغوں کا بھی حصہ اپنے مصرف میں استعمال کرتے ہیں یہ سخت شنیع وجہالت ہے ہر حصہ والے کو حصہ دینا فرض ہے جو نہیں دیتے ہیں سخت گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق اعلی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''کفن دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف کیا وہ ضرور مجرا ہوگا باقی فاتحہ درود خیرات سوم وغیرہ کے مصارف صرف اس صرف کرنے والے پر پڑیں گے اجازت نہ دینے والے ورثہ پر نہ آئیں گے۔ خصوصاً یتیم بچے کہ ان کے حصے مطلقاً محفوظ ہیں نہ ان کی طرف سے کوئی اجازت دے سکتا ہے۔ طحطاوی حاشیہ در مختار جلد چہارم التجهيز لا يدخل فيه السبح والصمدية والجمع والموائد لان ذلك ليس من الامور اللازمة فالفاعل كذلك ان كان من الورثة يحسب عليه من نصيبه ويكون متبرعا وكذا لو كان اجنبيا ترجمہ: تجہیز میں فاتحہ، درود وخیرات، لوگوں کو جمع کرنا اور کھانے کا اہتمام وغیرہ داخل نہیں ہیں لہذا یہ امور بجالانے والا اگر وارثوں میں سے ہے تو اس کے حصہ سے مجرا ہوگا اور اس میں احسان کرنے والا ہوگا۔ ایسا ہی حکم اجنبی کا بھی ہے۔ [فتاویٰ رضویہ ق ج۱۰، ص۱۶۴، ۱۶۵]

میت پر آہ وبکا کرنا مردے کو تکلیف پہنچانا ہے:

بعض علاقوں میں خویش واقارب ماں باپ، بھائی بہن، اور زوجین میں سے کسی کے انتقال پر لوگ بہت زیادہ آہ فغاں کرتے ہیں جب کہ یہ منع ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''چلاّ کے رونے سے مُردے کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ اہلسنت کے مذہب میں موت سے روح نہیں مرتی نہ اس کا علم وسمع و

بصر زائل ہوتا ہے بلکہ ترقی پاتا ہے جنازہ رکھا ہوتا ہے لوگ جو کچھ کہتے کرتے ہیں مردہ سب سنتا دیکھتا ہے یہ سب امور احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہیں (كما بيناه في حياة الموات في بيان سماع الاموات) چلّا کے رونے سے زندے پریشان ہوجاتے ہیں ایذا پاتے ہیں نہ کہ مردہ جس پر ابھی ایسی سخت تکلیف روح نکالنے کی گزر چکی ہے اس کی پریشانی اس کی ایذا بیان سے باہر ہے۔ پھر وہ تو دارحق میں گیا اب اسے ہر معصیت رنج دیتی اور ہر حسنہ سرور بخشتی ہے یہ امر اس کے لیے صد گونہ ایذا کا باعث ہوتا ہے بچہ ہو یا جوان اس میں سب یکساں ہیں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :" لا تؤذوا امواتكم بعويل" چلا کر رونے سے اپنے مردوں کو ایذا نہ دو۔ (رواه ابن مندة والديلمى عن ام المومنين ام سلمة رضى الله تعالىٰ عنها) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں فرمایا: "ارجعن مازرورات غيرماجورات انكن لتفتن الاحياء وتؤذين الاموات"۔ پلٹ جاؤ، وبال سے بھری ثواب سے بَری، تم زندوں کو فتنوں میں ڈالتی او ر مردوں کو ایذا دیتی ہو۔ (رواه عن سعيد بن منصور فى سننه) امام بکر بن عبداللہ مزنی تابعی فرماتے ہیں :" انه مامن ميت يموت الا وروحه فى يد ملك الموت فهم يغسلونه ويكفنونه وهو يرى مايصنع اهله فلم يقدر على الكلام لينهاهم عن الرنة والعويل" مجھے حدیث پہنچی کہ جو مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے جو کچھ اس کے گھر والے کرتے ہیں ان سے بات نہیں کرسکتا کہ انھیں شور وفریاد سے منع کرے۔ رواه الامام ابوبكر بن

ابی الدنیا ۔ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''ماں باپ پران کی موت کے بعد آدمی کے اعمال پیش ہوتے ہیں نیکیوں پر شاد ہوتے اور اوران کے منھ اور زیادہ چمکنے لگتے ہیں فاتقو ا الله و لاتؤذوا امواتکم تو اللہ سے ڈرو اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے ایذا نہ دو، رواہ الامام الترمذی الحکیم عن والد عبد العزیز ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المیت لیعذب ببکاء اھله علیه بیشک مردے پر جو اس کے گھر والے روتے ہیں اس سے اسے عذاب والم ہوتا ہے رویاہ الشیخین عن ابن عمرو عمر رضی الله تعالی عنهما ، علما فرماتے ہیں " المراد بالعذاب هو الالم الذی یحصل للمیت اذا سمعهم یبکون او بلغه ذلك فانه یحصل له تألم بذلك فانه یحصل له تألم بذلك نقله المولی علی القاری فی المرقات عن السید الشاه میرك المحدث عن الامام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری انه قال فی تصحیح المصابیح عندی والله اعلم لکن المرادبالعذاب الخ قلت وقدتخالج صد ری قبل ان ا طلع علیه حتی رائیته فیهما"ولله الحمد ،والله سبحنه وتعالیٰ اعلم۔ ترجمہ: عذاب سے وہ احساس دکھ مراد ہے جو میت کو حاصل ہوتا ہے جو انہیں روتے پیٹتے سنتی ہے کیوں کہ اس رویہ سے وہ درد واَلم محسوس کرتی ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوۃ میں سید میرک شاہ محدث بخاری کے حوالہ سے اسے نقل فرمایا اس نے امام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری سے نقل کیا انہوں نے تصحیح المصابیح میں ذکر فرمایا اللہ تعالی سب کچھ بہتر جانتا ہے مگر میرے نزدیک حدیث مذکور میں عذاب سے درد وکرب مراد ہے الخ میں

کہتا ہوں اس پر مطلع ہونے سے پہلے میرے دل میں بھی یہی بات کھٹکتی تھی یہاں تک کہ میں نے ان دونوں بزرگون کے کلام میں اسے دیکھ لیا۔اور اللہ تعالی ہی کے لئے تمام خوبیاں ،محاسن ،محامد ہیں۔اور اللہ تعالی پاک اور برتر بڑا عالم ہے۔[فتاوی رضویہ قدیم ،ج،۹،ص،۱۴۱،۱۴۲]

رات میں آئینہ دیکھنا کیسا ہے؟

بعض جگہوں میں یہ مشہور ہے کہ رات میں آئینہ دیکھنا منع ہے حالانکہ شریعت میں اس طرح کا کوئی حکم وارد نہیں ہے امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا کہ:

''رات کے وقت آئینہ دیکھنا منع ہے یا نہیں خصوصا عورتوں کو کہ اپنے خاوند کے لیے بناؤ سنگار کرتے وقت آئینہ دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کے جواب میں آپ لکھتے:

رات کو آئینہ دیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں ،بعض عوام کا خیال ہے کہ اس سے منہ پر جھائیاں پڑتی ہیں،اوراس کا بھی کوئی ثبوت نہ شرعا ہے،نہ طبا،نہ تجربۃ ،اورعورت کہ اپنے شوہر کے سنگار کے واسطے آئینہ دیکھے ثواب عظیم کی مستحق ہے،ثواب کی بات بے اصل خیالات کی بناء پر منع نہیں ہوسکتی''۔[فتاوی رضویہ جلد ۲۳ مترجم صفحہ ۴۹۰]

معزز قارئین! مذکورہ بالا صفحات میں آپ نے امت مسلمہ کی رشد و ہدایت اور صالح فکر و عقیدہ کے حوالے سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کی گراں قدر نگارشات اور بیش بہا کوششوں کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایا جس سے یہ اندازہ لگانا بہت آسان ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اصلاح معاشرہ کے باب میں خصوصی توجہ فرمائی اور مسلم معاشرہ سے فرسودات رسومات، باطل توہمات اور غیر شرعی افکار و نظریات کی بیخ کنی فرما کر امت مسلمہ کی دینی رہنمائی اور شرعی رہبری فرمائی نیز اس سے ہمارے زمانہ کے باطل فرقوں جیسے دیوبندی،

وہابی اور غیر مقلدین وغیرہم کا یہ نظریہ بھی ہباءً منثوراً ہو گیا کہ ''مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اکابرین امت واساطین ملت کی روش سے ہٹ کر بدعات کو فروغ دیا ہے'' لاریب مذکورہ حوالہ جات کو پڑھ کر معمولی سدھ بدھ رکھنے والا ہر منصف قاری کا وجدان پکارے گا کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بدعات کو فروغ نہیں دیا ہے بلکہ آپ نے معاشرہ میں پھیلے خرافات اور غیر شرعی حرکات کے خلاف علم وآگہی کا سدِّ سکندری باندھ کر ہر قسم کی برائیوں اور بے حیائیوں کا سد باب فرما دیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانانِ عالم کو اپنے اعمال کی اصلاح کی توفیق بخشے۔
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تمت ـــــــــــــــــــ بالخیر

☆☆☆

مؤلف کی قلمی کاوشیں ومشغولیات

﴿تصانیف﴾

(۱) میزان عدل کا تحقیقی جائزہ (مطبوعہ)
(۲) ایصال ثواب کی تحقیق (مطبوعہ گجراتی)
(۳) ایصال ثواب کی تحقیق (مطبوعہ اردو)
(۴) حیلۂ شرعی جواز وتقاضے (مطبوعہ)
(۵) دو عاشق رسول (امام احمد رضا اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں) کے روابط (مطبوعہ)
(۶) صدَف رنگ (مجموعہ مقالات اسلامیات زیر طبع)
(۷) ملفوظاتِ سرکاری نماز: تحقیق وتخریج (غیر مطبوعہ)
(۸) نظام قضا (زیر ترتیب)
(۹) نور حیات (مجموعہ مقالات شخصیات وتنقیدات)
(۱۰) الاربعین (غیر مطبوعہ)
(۱۱) غبار مدینہ (مجموعہ مقالات فقہیات)
(۱۲) فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو (زیر نظر)
(۱۳) فیض مرشد (فتاوی رضویہ اور فتاوی تاج الشریعہ کے ایک فتوی میں تعارض اور اس کا تحقیقی

جواب)

﴿مطبوعہ مقالات/مضامین/تأثرات﴾

[۱]علم اور علماء(مطبوعہ الامجد میگزین شمارہ دوم گھوسی)[۲]اسلام اور شادی(مطبوعہ الامجد میگزین شمارہ سوم گھوسی)[۳] روزہ ''اقسام واحکام،،احادیث کی روشنی میں(مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۱ء)
[۴]مزار بنانے کا شرعی حکم(مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ اگست ۲۰۱۱)[۵] حوالۂ حدیث اور ہماری بے احتیاطیاں (مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۲۰۱۳)[۶]اسلام اور طہارت(مطبوعہ کنز الایمان فروری ۲۰۱۳/ روزنامہ اردو ٹائمس اورنگ آباد یکم مارچ ۲۰۱۳)[۷] بحر العلوم: ایک قدآور فقیہ(تجلیات امام احمد رضا بریلی شریف ۲۰۱۳)[۸] تحفظ خواتین اور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم(مطبوعہ روزنامہ اردو ٹائمس اورنگ آباد ۸/ مارچ ۲۰۳۱)[۹]امام جعفر صادق اور ۲۲/رجب کا کونڈا(مطبوعہ ماہنامہ کنز الایمان ۲۰۱۳ء)[۱۰]'' امام علم وفن،،ایک ہمہ جہت شخصیت(سہ ماہی المختار کلیان ۲۰۱۳)[۱۱] مجمع البحرین مفتی عبید الرحمٰن رشیدی: حیات وشخصیت(مطبوعہ امام علم وفن نمبر کلیان))[۱۲]فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن مضطر: حیات وشخصیت(مطبوعہ امام علم وفن نمبر کلیان)۱۳] امام علم وفن کے بعض مشاہیر تلامذہ حیات وخدمات(سہ ماہی المختار کلیان ۲۰۱۳)[۱۴]دار القضا کی اہمیت وضرورت(ماہنامہ کنز الایمان/ ماہنامہ اشرفیہ)[۱۵] آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تعلیمات(گجرات ٹوڈے بموقع عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰۱۳)

[۱۶]معرفت نفس اور معرفت الٰہی(ماہنامہ اشرفیہ مارچ ۲۰۱۵ء)[۱۷]امام اعظم ابوحنیفہ کا فقہی مقام (اردو ٹائمز ممبئی)[۱۸]رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ: اسباب وعلل معتبر تفاسیر واحادیث کی روشنی میں(پیغام شریعت دہلی/ پیغام مصطفیٰ بنگال)[۱۹]سیرت نبوی اور عصری تقاضے(ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۱۵ء/ ماہنامہ کنز الایمان جنوری ۲۰۱۶ء)[۲۰]اصطلاحات حج کی تعریف وتوضیح(ماہنامہ کنز الایمان دہلی)[۲۱]تقریظ: مغفرت کی راتیں، مصنف مولانا الحاج محمد شاہ نور رضا فریدی مصباحی
[۲۲]تقریظ: معین شریعت، مصنف شیخ الحدیث مفتی معین الدین رضوی[۲۳]اظہار حقیقت: بنگال اور اسلام ایک تاریخی جائزہ: مصنف مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی[۲۴]تقریظ: قضا نماز کے ضروری احکام: مصنف: مولانا غلام رسول سعدی[۲۵]تأثر: سالنامہ گلدستۂ خواتین انند ۲۰۱۳ء، مرتب: مفتی شاہد رضا شمسی [۲۶]تأثر: سالنامہ گلدستۂ خواتین انند ۲۰۱۴ء، مرتب: مفتی شاہد رضا شمسی [۲۷] تأثر: سالنامہ گلدستۂ خواتین انند ۲۰۱۵ء، مرتب: مفتی شاہد رضا شمسی ۲۸]تأثر: مجموعہ مقالات دار العلوم فیض اکبری لونی شریف ۲۰۱۵ء[۲۹] تبریک: مطلقہ عورت کا نفقہ اور سپریم کورٹ کا فیصلہ: مصنف مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی[۳۰] ترجمۂ صحیح البہاری اور مترجم ایک نظر میں(ترجمۂ

صحیح البہاری جلد دوم)
[۳۱]مزارات پر حاضری : آداب و احکام(ماہنامہ کنز الایمان اکتوبر ۲۰۱۶ء)[۳۲] تأثر: مجموعہ مقالات دارالعلوم فیض اکبری لونی شریف ۲۰۱۶ء[۳۳] نکاح کا اسلامی تصور(روزنامہ سہارا ۱۰/ اکتوبر ۲۰۱۶ء بمبئ ایڈیشن)[۳۴] تین طلاق کا اسلامی تصور اور عصر حاضر(روز نامہ اردو ٹائمز ۲۸/ اکتوبر ۲۰۱۶ بمبئ ایڈیشن)[۳۵] سیرت نبوی اور انقلاب انسانیت(اردوٹائمز ممبئ)[۳٦] مقدمہ: شمس العلماء حیات وخدمات: مصنف، مولانا اختر علی واجد القادری میراروڈ[۳۷]تقریظ: ملفوظات رفاعیہ: مصنف مفتی منظر مصطفیٰ ناز اشرفی: اشرف البرکات ایسوشین ۲۰۱۹[۳۸]رزق حلال ورزق حرام قرآن وحدیث کی روشنی میں (مجلّہ المختار کلیان/ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور/ اردوٹائمز ممبئ) [۳۹] آزادی ہند میں علما کا کردار(ماہنامہ اشرفیہ/ اردوٹائمز ممبئ)[۴۰] سراج ملت کے جد اعلی تاریخ ملک کی روشنی میں (مطبوعہ :معارف سراج ملت انجمن برکات رضا دارالعلوم فیضان مفتی اعظم ۱۴۴۰ھ[۴۱] حج فرض ہوتے ہوئے عمرہ کرنے کا شرعی حکم(ماہنامہ اشرفیہ)[۴۲] میزان عدل اور تصور آخرت (اردوٹائمز ممبئ)[۴۳] روزہ کے جدید مسائل کے احکام (اردوٹائمز ممبئ)[۴۴] اشرف الفقہا کی کچھ یادیں اور بھیونڈی کا آخری سفر(مطبوعہ معارف اشرف الفقہا: ناشر دارالعلوم انوار رضا نوساری گجرات ۱۴۴۳ھ)[۴۵] امام احمد رضا اور اصلاح امت (سہ ماہی پیغام مصطفیٰ بنگال/ یادگار رضا ممبئ شمارہ ۲۰۲۱/۲۸/ الرضا انٹرنیشنل پٹنہ

[۴٦] اصلاح معاشرہ میں صوفیہ کا کرادر(ماہنامہ اشرفیہ)[۴۷] حقوق العباد اور امام احمد رضا (عرفان رضا مرادآباد ۲۰۲۱)[۴۸] امام احمد رضا اور تربیت اولاد (اردوٹائمز ممبئ)[۴۹] تاج الشریعہ بحیثیت محدث (مجلّہ المختار کلیان تاج الشریعہ نمبر)[۵۰] مولانا شاہ عبدالحفیظ لطیفی علیہ الرحمہ(سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور خصوصی شمارہ جنوری ۲۰۲۲ء)(۵۱) مولانا مسلم شاہد عالم: احوال وآثار(ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور)

﴿سیمینار میں مشمولہ مقالات﴾

[۱] علامہ شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفۂ اثنا عشریہ کی روشنی میں (یوم مفتی اعظم اشرفیہ مبارک پور)
[۲] ابوالعلی مودودی کے افکار ونظریات کا تحقیقی جائزہ (یوم مفتی اعظم اشرفیہ مبارک پور)[۳] شارح بخاری حیات وخدمات (شارح بخاری سیمینار اشرفیہ مبارکپور)[۴] سفر میں جمع بین الصلاتین کا شرعی حکم (فقہی سیمینار جامعۃ الرضا بریلی شریف)[۵] حافظ کے نذرانہ کا شرعی حکم (فقہی سیمینار جامعۃ الرضا بریلی شریف، مطبوعہ سہ ماہی ''المختار،، کلیان)[٦] تین طلاق کا شرعی حکم (فقہی سیمینار بمقام خیر النساء مسجد پٹنہ زیر اہتمام آل بہار علماء کونسل بہار)[۷] شاہراہ عام پر جمعہ وعیدین کا شرعی حکم (بمقام خیر النساء مسجد پٹنہ زیر اہتمام آل بہار علماء کونسل بہار)[۸] انٹرنیٹ سے نکاح کا حکم (فقہی سیمینار بمقام

خیر النساء مسجد پٹنہ زیر اہتمام آل بہار علماء کونسل بہار)[۹] ڈی این اے کی شرعی حیثیت (فقہی سیمینار زیر اہتمام اشرفیہ مبارکپور بمبئی)[۱۰] مسئلۂ کفاءت عصر حاضر کے تناظر میں (فقہی سیمینار زیر اہتمام اشرفیہ مبارکپور)[۱۱] جینٹک ٹیسٹ کی شرعی حیثیت (۱۶؍مئی ۲۰۱۳ء زیر اہتمام الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور بمقام علی گڑھ)[۱۲] چلتی ٹرین پر نماز کا شرعی حکم (۱۶؍مئی ۲۰۱۳ء زیر اہتمام الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور بمقام علی گڑھ)[۱۳] گجرات کے دارالافتاء میں اردو کا رول (۱۳؍جنوری ۲۰۱۳ء ایک روزہ قومی سیمینار زیر اہتمام لوک سن سیوا/قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی)[۱۴] قصر صلاۃ کے جدید مسائل اور مسافت سفر کی تحقیق (سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا بریلی ۲۰۱۳ء)[۱۵] مصنوعی زیورات کا شرعی حکم (سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا بریلی ۲۰۱۳ء)[۱۶] کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم (سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا بریلی ۲۰۱۳ء)[۱۷] بلڈ بینک میں خون جمع کرنے کا حکم (۱۵؍صفر ۱۴۳۵ھ زیر اہتمام جامعہ اشرفیہ مبارک پور)[۱۸] رشوت سے آلودہ ماحول میں حقوق العباد کی حفاظت: شرعی نقطۂ نگاہ سے (ایضاً)[۱۹] ہلال رمضان کے لیے فون سے ثقہ کی خبر معتبر ہے یا نہیں؟ (ایضاً)[۲۰] اردو میں مرثیہ نویسی کی روایت (۲؍فروری ۲۰۱۴ء یک روزہ قومی سیمینار زیر اہتمام لوک سن سیوا/قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی)[۲۱] حضرت سرکار آسی کی فقہی بصیرت (۱۰؍ مارچ بنارس/ مطبوعہ بوستان آسی جلد اول)[۲۳] حضرت سرکار آسی کی صوفیانہ شاعری (۱۲؍اپریل ۲۰۱۵ء بمقام گجرات ودھیا پتی کالج احمد آباد)[۲۴] حضرت سرکار آسی کی نعتیہ شاعری (۲۳؍اگست ۲۰۱۵ء بمقام گجرات ودھیا پتی کالج احمد آباد)[۲۵] فقہی فروعی اختلافات کی شرعی حیثیت (فقہی سیمینار ۱۶، ۱۷، ۱۸، صفر ۱۴۳۶ بمقام الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)[۲۶] اردو تراجم قرآن کو دوسری عجمی زبانوں کے رسم الخط میں لکھنے کا حکم (ایضاً)[۲۷] لیجر بک پر رقوم کا اندراج قبضہ ہے یا نہیں (ایضاً)[۲۸] ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہل سنت کی وضاحت (ایضاً)[۲۹] روزے کی حالت میں علاج کے کچھ نئے مسائل (فقہی سیمینار ۱۶، ۱۷، ۱۸، صفر ۱۴۳۷ بمقام اشرفیہ)[۳۰] ای کامرس اور فاریکس ٹریڈنگ شرعی نقطۂ نظر سے (فقہی سیمینار ۱۶، ۱۷، ۱۸، صفر ۱۴۳۷ھ بمقام اشرفیہ)[۳۱] دباغت سے پہلے ناپاک کھال کی خرید وفروخت (فقہی سیمینار ۱۶، ۱۷، ۱۸، صفر ۱۴۳۷ بمقام اشرفیہ)[۳۲] ''بینک گارنٹی لیٹر'' شرعی نقطۂ نظر سے (فقہی سیمینار اشرفیہ مبارک پور ۲۰۱۶)[۳۳] انتفاع کی شرط پر دوکان و مکان و غیرہ کا رہن شرعی نقطۂ نظر سے (ایضاً)[۳۴] میٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاو کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ (ایضاً)[۳۵] پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت (فقہی سیمینار اشرفیہ مبارک پو ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء)[۳۶] علم تشریح الاعضاء کے لیے لاش کی چیر پھاڑ (ایضاً)[۳۷] زندگی کا حمایتی نظام (ایضاً)[۳۸] کلینڈر کے حساب سے حج کا شرعی حکم (سوال منجانب ادارۂ شرعیہ پٹنہ)

﴿غیر مطبوعہ مقالات/مضامین﴾

[۱] تاج الشریعہ بحیثیت متکلم [۲] نعت خوانی کا مروجہ طریقہ مذموم یا محمود؟ فتاوی رضویہ کے حوالے سے [۳] ہلال نو کے اعلان نامے: ایک تنقیدی مطالعہ [۴] حرام اشیاء سے علاج کا شرعی حکم [۵] فلکیاتی حساب شرعی حجت ہے؟ [۶] شوہر کے حقوق و فرائض [۷] عقائد اہل سنت و اعمال اہل سنت کا اجمالی تعارف [۸] مسجد نبوی سے منافقین کو نکالنے کا ثبوت؟ ایک تحقیقی مطالعہ [۹] ایمان و اسلام کے مقتضیات [۱۰] بانی ادارہ منہاج القرآن کی تحریر و تقریر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ [۱۱] الامام احمد رضا و مآثرہ العلمیہ (عربی) [۱۲] کیف ینال الانسان الفلاح؟ (عربی) [۱۳] حدیث نور محمدی ﷺ: ایک مطالعہ [۱۴] مشائخ گجرات کی علمی، ادبی اور روحانی خدمات [۱۵] شہید راہِ بغداد شیخ اسید الحق قادری کے کچھ تابندہ نقوش [۱۶] مذہب اسلام اور دہشت گردی [۱۷] محبت شیخ اور عصری تقاضے [۱۸] اسلام کا عدالتی نظام [۱۹] شبِ معراج: چند شبہات اور اس کا ازالہ [۲۰] سبحٰن اللہ، دعا و آمین کے اصول و آداب

[۲۱] عظمت شہر نبی [۲۲] دینی امور میں اجرت کا پس منظر و پیش منظر

﴿قلمی مشغولیات﴾

◆ مدیر مسؤل: سالنامہ الانکشاف سیمانچل ◆ مدیر اعزازی: مجلّہ المختار کلیان تھانہ مہاراشٹر

◆ مدیر اعزازی: سالنامہ البرہان جبل پور ایم پی ◆ رکن مجلس شوریٰ: سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور بنگال

◆ مستقل کالم نگار: روزنامہ ممبئی اردو نیوز ممبئی (بعنوان دینی رہنمائی ۲۰۱۶ء سے)

موجودہ تدریسی و فتوی نویسی خدمات

◆ صدر مفتی نوری دار الافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی

◆ شیخ الحدیث و صدر شعبہ افتاء و تحقیق: الجامعۃ الرضویہ کلیان/ برکاتی در الافتاء والقضاء (تادم تحریر)

◆ صدر شعبہ افتاء: برکاتی دار الافتاء والقضاء کلیان (الجامعۃ الرضویہ کلیان)